سردار علی صابری

Marfat.com

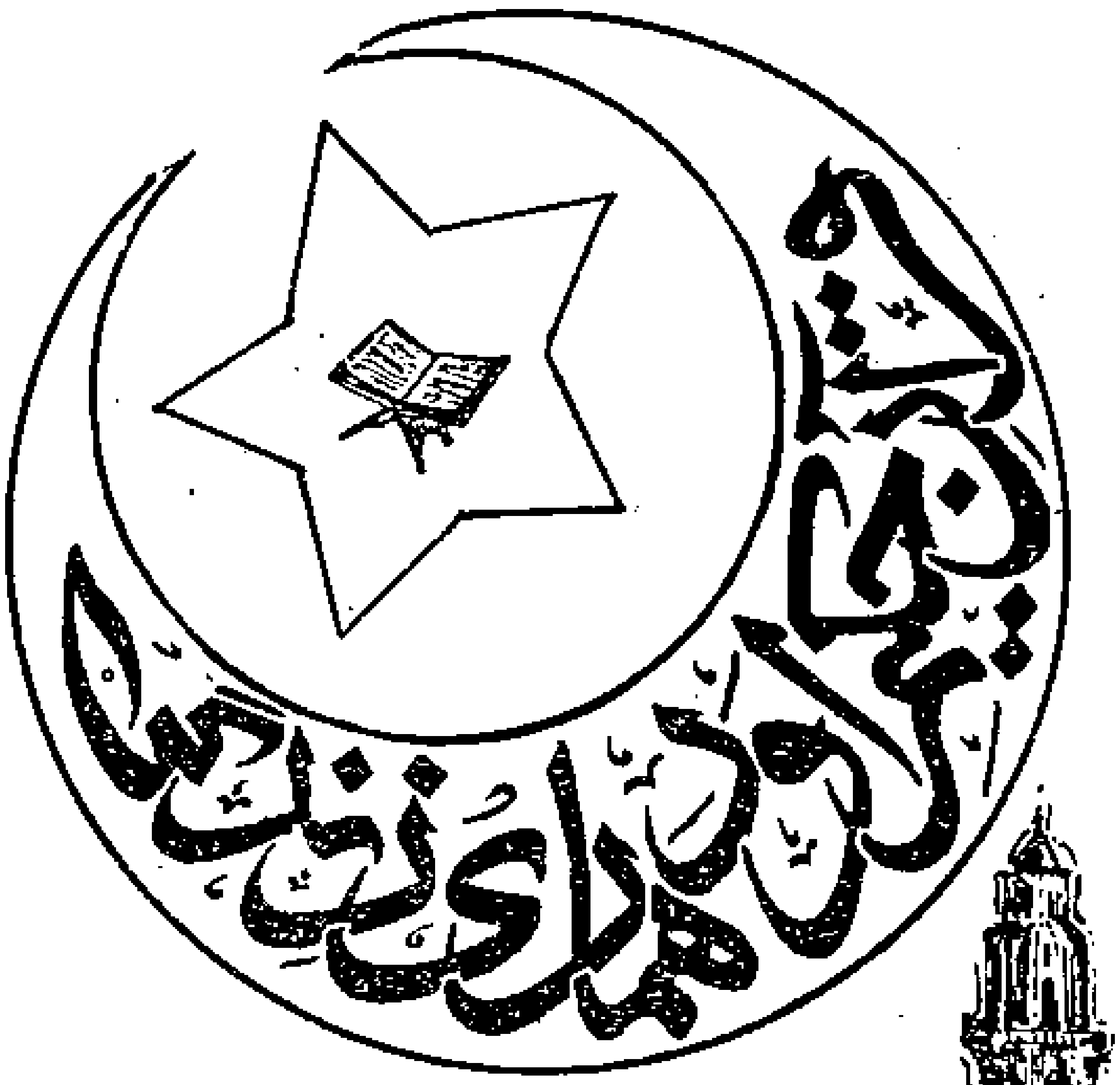

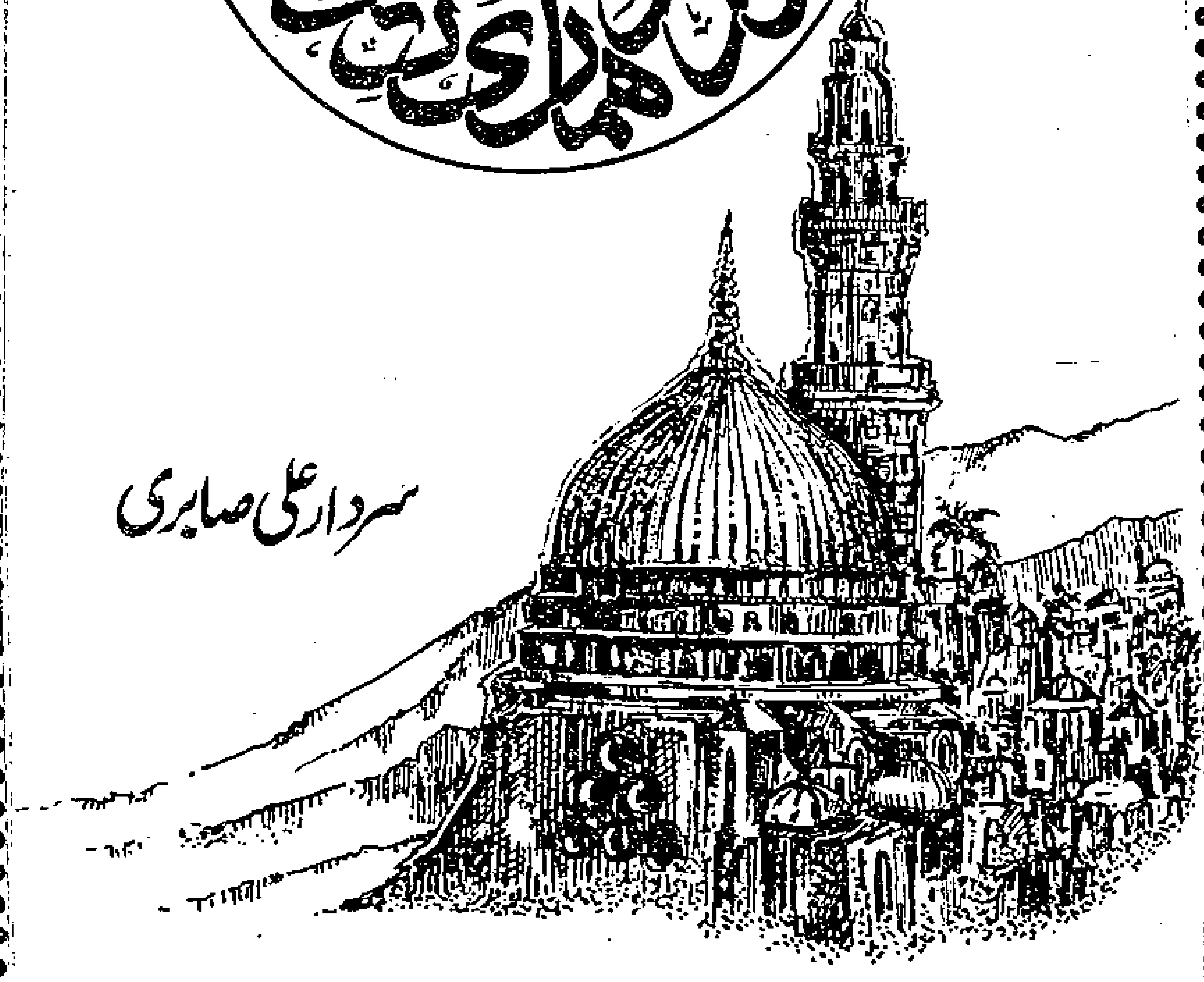

سردار علی صابری

Marfat.com

۳۹۷۶۱۰۹
س ۵ھ ق
24848

(جملہ حقوق محفوظ)

ترتیب ــــــــ ارشد صابری
ناشر ــــــــ شعبۂ مطبوعات "تحفظ پاکستان سوسائٹی رجسٹرڈ" کراچی
تعداد اشاعت ــــــــ پانچ ہزار
کتابت ــــــــ غلام غوث خوشنویس ملتانی
سرورق ــــــــ انور سمیع
طباعت ــــــــ ناظر پرنٹنگ پریس
سال اشاعت ــــــــ ۱۹۸۴ء / ۱۴۰۴ھ
قیمت ــــــــ پچیس روپے

ملنے کا پتہ

منیجر شعبہ مطبوعات "تحفظ پاکستان سوسائٹی رجسٹرڈ" پوسٹ بکس ۱۱۴۱۴
کراچی ۵

DATA ENTERED

Marfat.com

حرف آغاز

کانپور میں نواب مشرف علی خاں کے صاحبزادے اور صاحب کشف وکرامت بزرگ حضرت عبدالعلی عرف پیارے میاں صوفیؒ کے دو بچے کم سنی ہی میں خدا کو پیارے ہوئے تو پیکرِ تسلیم و رضا حضرت پیارے میاںؒ نے اسے خدا کی مصلحت سمجھتے ہوئے صبر کیا، اور خدائے بزرگ و برتر کے حضور دعا کی کہ اے خدائے بزرگ و برتر اب تو مجھے ایک ایسا فرزند عطا کر جو طویل عمر پائے، آزادیٔ وطن کے لئے کچھ کر گذرے اور میرا نام روشن کرے۔ صاحب کشف و کرامت حضرت پیارے میاںؒ کی دعائے نیم شبی رنگ لے آئی اور ۱۲ فروری ۱۹۰۱ کو حضرت عبدالعلی عرف پیارے میاں صوفیؒ کی نسل کے آسمان پر ایک ننھا سا تارہ جگمگایا، پیارے میاں نے اس کا نام مسرت علی رکھا۔ نومولود کے نانا منشی نثار حسین خاں چیف ریڈر کانپور نے تاریخی نام "محمد سردار علی خاں" رکھا۔ پیارے میاںؒ کی نسل کے درخت کی یہ ننھی سی نئی شاخ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ نقشبندیہ سہروردیہ میں بیعت ہو کر سردار علی صابری کے نام سے ایک منفرد اور محترم شخصیت بن کر دنیا کے سامنے آئی۔

سردار علی صابری اس گذشتہ دورِ صحافت کی یادگار ہیں جس میں مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد علی جوہر، اور مولانا ظفر علی خاں جیسی تاریخ ساز شخصیتیں گنجہائے گرانمایہ کی طرح نظر آتی ہیں۔ سردار علی صابری اس دور کے صحافی ہیں جب صحافی بننے کے لئے علوم مروجہ پر عالمانہ عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ آزادیٔ وطن کے لئے قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا اور بڑی سے بڑی قربانی دینا شرط اولیں تھا۔ سید الاحرار مولانا حسرت موہانی کے دست راست سردار علی صابری نے ابتدائی تعلیم بھوپال کے جہانگیریہ ہائی اسکول میں اپنے حقیقی خالو مورخ اسلام مولانا عبدالرزاق کانپوری (مصنف البرامکہ و نظام الملک طوسی) کی زیر نگرانی حاصل کی۔ اس کے بعد کانپور کے مشہور تھیوسوفیکل ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ تھیوسوفیکل ہائی اسکول کانپور سے مڈل پاس کرنے کے بعد سردار علی صابری امین آباد ہائی اسکول لکھنؤ میں داخل ہوئے جہاں آپ نے حضرت عباس حسن

مفاصرت لکھنوی سے شاعری میں تلمذ کیا اور وحید تخلص رکھا۔ سردار علی صابری کے فارسی کے استاد حضرت عزیز لکھنوی جوش ملیح آبادی کے استاد تھے۔ ہائی اسکول کی تعلیم کے بعد سردار علی صابری ریڈ کرسچن کالج کانپور میں داخل ہوئے۔ اسی زمانے میں علمائے فرنگی محل سے متاثر ہوئے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے درس قرآن اور مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی سے درس حدیث لیا۔ فرنگی محل میں دینی تعلیم و تربیت کے دوران سردار علی صابری کا تعلق حسرت موہانی سے قائم ہوا۔ اور ان کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں کھل کر حصہ لینے لگے۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا حسرت موہانی کے خلافت سودیشی اسٹور سے سردار علی صابری کا تعلق قائم ہوا اور غالباً ۱۹۲۱ء میں وہ حسرت موہانی کے اخبار استقلال کے مدیر بنے۔ سردار علی صابری نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے اخبار تنظیم امرتسر۔ مولانا حبیب شاہ کے اخبار روزنامہ سیاست لاہور۔ دیوان سنگھ مفتون کے ریاست دہلی روزنامہ آزاد دہلی اور روزنامہ انجام دہلی اور کراچی کے مدیر کی حیثیت سے اردو صحافت میں لازوال اور انمٹ نقوش چھوڑے۔ مولانا آزاد سبحانی۔ حافظ ہدایت حسین بیرسٹر، سیدالاحرار مولانا حسرت اور بیگم حسرت موہانی کے شانہ بشانہ سردار علی صابری نے ۱۶ سال کی عمر سے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا، اور وہ آزادی کی ہر تحریک میں ہمیں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ روزنامہ انجام جب اپنے انجام کو پہنچا تو سردار علی صابری کو روزنامہ مشرق میں ایسوسی ایٹ ایڈیٹر مقرر کیا گیا، صابری صاحب کو انجام کے بند ہونے کا صدمہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ مشرق میں زیادہ عرصہ کام نہ کر سکے۔ اسی زمانہ میں کچھ عرصہ ریڈیو پاکستان میں مذہبی پروگرام کے نگراں رہے۔ ۱۹۶۸ سے ۱۹۸۰ تک سردار علی صابری کی تقریر "قرآن حکیم اور ہماری زندگی" کے عنوان سے ہر ماہ پابندی سے نشر ہوتی رہی۔ اسی سلسلہ تقاریر میں جو تقاریر دستیاب ہو سکیں انہیں تحفظ پاکستان سوسائٹی کتابی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ تحریک آزادی کے رہنما اردو صحافت کے بطل جلیل صاحب طرز انشاء پرداز اور سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے صاحب اجازت بزرگ حضرت سردار علی صابریؒ ۲۹ مارچ ۱۹۸۴ء کو جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ مگر ان کا قومی جذبہ، ملی خدمات مثالی کردار اور تحریریں زندہ رہیں گی اور ان سے قربت کا احساس دلاتی رہیں گی ؎

دل اپنی طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جا کر ڈوب گیا

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	حرف آغاز	
١	اللہ کی ربوبیت کا مفہوم	٩
٢	جہانِ انفس و آفاق	١٣
٣	اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے	٢١
٤	روزہ اور تزکیہ نفس	٢٤
٥	غیر مسلموں سے حسنِ سلوک	٢٨
٦	علم و عرفان	٣٥
٧	تواضع	٤٢
٨	میانہ روی	٥٠
٩	صبر و رضا	٥٧
١٠	سادہ زندگی	٦٤
١١	اتحاد و اتفاق	٦٨
١٢	عزم و استقلال	٧٦
١٣	ہمدری و خیر خواہی	٨١
١٤	حسن سلوک	٨٦
١٥	غیبت	٩١
١٦	اخوت	٩٦
١٧	انتقام	١٠٢
١٨	پڑوسیوں سے حسنِ سلوک	١٠٧
١٩	انسان کے بنیادی حقوق	١١٢
٢٠	باہمی مشورے	١٢٢
٢١	عہد کی پابندی	١٢٨
٢٢	ملاوٹ گناہ ہے	١٣٧
٢٣	فکر میں دیانت	١٤٤
٢٤	اخلاصِ عمل	١٥١
٢٥	ایفائے عہد	١٥٩
٢٦	بزرگوں کا ادب	١٦٥
٢٧	مقروض سے نرمی	١٧٢
٢٨	ضرورت مندوں کی امداد	١٨٠
٢٩	اطاعت	١٨٧

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ کی ربوبیت کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی افتتاحی سورت " الفاتحہ " کی پہلی آیت میں جو خطاب اپنے لئے اختیار فرمایا ہے وہ " رب " ہے۔ یعنی اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

رب کے معنی ہیں پالنے والا۔ یہی وہ لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات حسنہ پر محیط ہے اور یہی سات آیتوں کی چھوٹی سی سورت الفاتحہ ہے جس پر غور کرنے سے تمام جہانوں کے پالن ہار یا پالنے والا کی شان ربوبیت کا پورا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بعض دوسرے مقامات پر بھی اپنی صفت ربوبیت کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلاً سورہ اعراف کی آیت ۵۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ

یعنی بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا پروردگار سورۂ رعد کی آیت ۱۶ میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے:۔

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ط قُلِ اللّٰہُ۔

(ترجمہ) ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے کہو اللہ۔

Marfat.com

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶۱ میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اے قوم۔ میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ میں تمام عالموں کے رب کا رسول ہوں۔"

الاعراف کی آیت ۱۰۶ میں اللہ تعالےٰ دربار فرعون میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

(ترجمہ) موسےٰ نے کہا۔ اے فرعون۔ میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔

غرضکہ تمام کائنات کے پروردگار نے قرآن مجید میں اپنی ربوبیت کا ذکر بار بار فرمایا ہے۔ اور اسی مفہوم پہ ہمیں آج کچھ غور کرنا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی شان ربوبیت کو کسی ایک مذہب کسی ایک قوم، کسی ایک ملک یا کسی ایک نسل کے لیئے مخصوص نہیں کیا بلکہ یہ شان پوری کائنات اور ان تمام جہانوں کے لیئے عام ہے جن کا ہمیں علم ہے جن تک موجودہ خلائی دور میں پہنچنے کی کوششیں جاری ہیں۔ صرف اپنی دنیا یا کرۂ زمین کو دیکھ لیجئے۔ یہاں کوئی ایک ہی مذہب تو رائج نہیں۔ ایک ہی قوم تو آباد نہیں۔ یہ کرۂ زمین کسی ایک ہی مخلوق یعنی بنی نوع انسان ہی کی بستی تو نہیں بلکہ یہاں ہزاروں اقسام کے چرند و پرند آباد ہیں۔ اس کے دامن میں عالم نباتات کی بھی گنجائش ہے۔ یہاں رنگ برنگ کے پھول کھلتے ہیں۔ بے شمار قسم کی آبی مخلوقات اور ہزاروں قسم کے کیڑے مکوڑے۔

ہمارے کرۂ ارض پر سانس لینے والی ہر مخلوق اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے یعنی رب العالمین۔ رب السمٰوٰت والارض کی شان ربوبیت

Marfat.com

کے سہارے زندہ ہے۔ ہمارا عقیدہ و ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت ہمیشہ ہمیشہ کارفرما رہے گی۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ کی دوسری آیت کے مطابق وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ یعنی وہ انتہائی مہربان اور انتہائی رحم والا ہے۔ جس دن خداوند کریم ارحم الراحمین کی شان ربوبیت نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہ کا روپ اختیار کیا ساری کائنات جو ہماری نظروں کے سامنے ہے وہ بھی اور جو نظروں سے پوشیدہ ہے وہ بھی تباہ و برباد ہو جائیں گی پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ نظام شمسی کا مرکز ثقل بھولی ہوئی کہانی بن جائے گا۔ چاند سورج کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔ ستارے آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے۔ اور رب السمٰوٰت والارض کی وسیع کائنات میں ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک کوئی ذی روح باقی نہ رہے گی۔ شان ربوبیت کے مستور ہونے والی ساعت۔ قیامت ڈھانے والی ساعت کا نام ہی یوم القیامت یا یوم الدین ہوگا۔ یعنی وہ دن جب تمام جہانوں کو پالنے والا جو سب سے بڑا مہربان اور سب سے بڑا رحم کرنے والا بھی ہے۔ تختِ انصاف پر رونق افروز ہو کر اپنی مخلوقات سے پوچھے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تمہارا پروردگار ہوں۔ میرا رحم و کرم ہمیشہ شیوۂ قہاری آئین جباری پر غالب رہا۔ میں نے تمہیں اسی طرح پالا پوسا جس طرح ایک شفیق ترین باپ اپنے محبوب ترین بچے کو ناز و نعم سے پرورش کرتا ہے۔ میں نے تمہیں ہر اچھی چیز عطا کی ہر نعمت سے نوازا۔ آج کے دن بتاؤ کہ تم نے اپنی اُس زندگی جو داستان پارینہ بن چکی ہے میرے مقام ربوبیت کو کس حد تک پہچانا۔ اور میری شان ربوبیت کے احترام کا حق کس حد تک ادا کیا۔ یہی وہ دن ہے جب بندوں سے ربوبیت کے مفہوم و احترام کا بے لاگ محاسبہ کیا جائے گا۔ قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق حق ربوبیت ادا کرنے کے اس محاسبے کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، اس دن صرف

Marfat.com

خدا کا حکم چلے گا وہ جو رحمٰن رحیم ہے احتساب کے دن شان جلالی سے پوچھے گا کہ آج کے دن مُلک کس کا ہے پھر خود ہی جواب میں ارشاد فرمائے گا۔ "اللہ واحد قہار کا"۔ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالٰے نے قرآن مجید کی افتتاحی سورت فاتحہ کی پہلی آیت میں جب اپنے لئے "رب" کا خطاب اختیار کیا ہے ۔جس کے معنی ہیں پالنے والا یا پروردگار' اور دوسری ذات کو "الرحمٰن الرحیم" قرار دیا ہے تو فوراً بعد تیسری آیت میں "ملك يوم الدين" یعنی انصاف کے دن کا مالک کیوں کہا۔ اور قیامت کے دن انصاف و احتساب اس قدر سخت کہ ہر طرف نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا اور سورۃ النحل کی ایک سو گیارھویں آیت کے الفاظ کے مطابق ، (ترجمہ) "ہر متنفس کو اپنے ہی بچاؤ کی فکر ہوگی"

جواب بالکل آسان ہے ۔ روزمرّہ کی زندگی میں دیکھئے ۔باپ اپنے بچے کو شفقت و محبت سے پرورش کرتا ہے' اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے بھاری مصارف برداشت کر کے اسے اچھی تعلیم دلانے کی کوشش کرتا ہے ۔کیا اُسے اپنے بیٹے سے یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ برخوردار میں تمہاری تعلیم پر اتنا روپیہ خرچ کرتا ہوں ۔تم نے اسکول یا کالج میں کیا پڑھا تم امتحان میں کیوں فیل ہوئے یا تمہاری پوزیشن اچھی کیوں نہیں آئی ۔کیا بیٹے کے اعمال کا احتساب کرنا اور کسی غلطی پر سرزنش کرنا پدرانہ شفقت کے منافی ہے ؟

اللہ تعالٰے اپنے بندوں پر ماں باپ سے کہیں زیادہ شفیق ہے ۔ اس نے اپنے بندوں کو جو اس کی عیال ہیں اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ کوئی شفیق ترین باپ اس کا ہزارواں حصہ بھی اپنی اولاد کے لئے فراہم نہیں کر سکتا ۔

انسانی زندگی اشد ترین ضرورت میں سرفہرست رزق ہے ' انسان کسی غار میں چھپ کر سردی ، گرمی یا بارش سے پناہ لے سکتا ہے ۔وہ پھٹے پرانے چیتھڑوں یا درخت کے پتوں سے بھی ستر پوشی کر کے زندگی گذار سکتا ہے ۔لیکن

Marfat.com

وہ رزق کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

ربُ العالمین کائنات کے پالنہار نے زندگی کی اس سب سے بڑی ضرورت کی فراہمی اپنے ذمّے لی ہے۔ بارہویں سیپارہ کی پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ (ترجمہ) "زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمّے نہ ہو۔"

خداوندکریم صادق الوعد ہے وہ بچے کی پیدائش سے پہلے اس کے رزق کا انتظام کرتا اور اس کی ماں کے سینے میں ایسا دودھ اتار دیتا ہے جو لذیذ بھی ہے اور بچے کی نشوونما کے لئے مفید ترین بھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر حاملہ کے پیٹ میں ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ پیدا ہونے والے بچے کا رزق اس کی مدتِ عمر اور اس کے کام لکھ دیتا ہے۔

انسان کا کام سعی و کوشش ہے۔ رزق پہنچانے کا ذمہ دار اللہ تعالےٰ ہے وہ انسان کو اس کی سعی و استطاعت کے مطابق رزق ضرور عطا فرمائیگا۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں جابجا پاک اور حلال رزق کی تاکید فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے رب کے اس صاف و صریح وعدے کے باوجود تلاشِ رزق کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے کی معمولی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا۔ یا حصولِ رزق کے لئے چوربازاری۔ گراں فروشی۔ اسمگلنگ یا کم تولنے اور کم ناپنے وغیرہ کے ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے یا اپنے پروردگار کی مقرر کردہ حدود کو توڑ کر رزقِ حلال میں اپنی جائز محنت کے پاک پیسے پر قناعت نہ کرکے رشوت، چوری، خیانت وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہونے والے حرام رزق کو اپنے لئے حلال سمجھ لیتا ہے۔ تو ایسا شخص لازمی طور پر اللہ کی ربوبیت کا منکر اور اس بات کا مستحق ہے کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اس سے قیامت کے دن سخت محاسبہ کرے اور شانِ ربوبیت کے

Marfat.com

کفران کو سخت سزا دے اس سلسلہ میں یہ باریک نکتہ بھی پیش نظر رکھئے کہ دستر خوان پر اسی اشیائے خورد و نوش کی محض آراستگی جو شرعی اعتبار سے پاک و حلال ہوں کافی نہیں بلکہ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ چیزیں جس طریقے سے حاصل کی گئی ہیں وہ پاک و حلال ہے یا نہیں اگر جواب نفی میں ہے تو ایسا رزق در اصل رزق حلال کی تعریف میں نہیں آئے گا مثلاً جو رزق رشوت یا سود کی آمدنی سے حاصل کیا گیا ہو وہ بھی ناجائز ہے۔

ربوبیت کا مفہوم صحیح طور پر سمجھنا مقصود ہو تو یاد رکھئے کہ رزق کی کنجی بھی رب العالمین کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس کی تقسیم کا انتظام بھی فرماتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی تیسویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ) اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

اسی خدائی تقسیم کا اشارہ سورۂ رعد کی ۲۶ ویں آیت میں بھی کیا گیا ہے۔

یہاں دل میں شک پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر جاندار کو رزق پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ تقسیم رزق میں مساوات کیوں نہیں رکھی گئی۔ یہ کیا اصول ہے کہ جس کو چاہا بے حساب دیا اور جس کے مقدر میں چاہا تُلا رزق لکھ دیا۔

جواب میں عرض ہے کہ تقسیم رزق میں فطری نظام کی باریکیوں کو انسان کی محدود عقل نہیں سمجھ سکتی اور اس کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے، مساوات کے گمراہ کن نام پر کسی انسان کا مصنوعی تدبیروں سے نظام الٰہی میں مداخلت کرنا رب العالمین کے خلاف بغاوت اور ربوبیت کے مفہوم سے بے خبری ہے۔ انسان اس زمین پر حاکم و آمر مطلق نہیں۔ اللہ کا محض نائب ہے اور نائب کی حیثیت سے اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ حصول رزق و معاش کے وسائل و مواقع تمام انسانوں میں

Marfat.com

یکساں فراہم کردے۔ اور کسی جماعت یا گروہ کے ساتھ کوئی امتیاز نہ برتے، اس کے بعد فراہمیٔ رزق کے یکساں مواقع سے ہر شخص اتنا ہی فائدہ اٹھائے گا جتنی اس میں طاقت و صلاحیت ہوگی۔ کسی جماعت یا گروہ کی سرپرستی کرکے اسے حصول معاش کے زیادہ مواقع فراہم کرنا اور دوسری جماعت یا گروہ کو ان مواقع سے محروم رکھنا مساوات نہیں بلکہ درحقیقت عدم مساوات ہے انصاف نہیں کھلی کھلی ناانصافی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک طبقہ امیر سے امیر تر اور دوسرا طبقہ غریب سے غریب تر ہو جائے گا۔ یہ تقسیم رزق کے نظام ربانی کے خلاف کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ۔ صدقہ۔ خیرات انفاق فی سبیل اللہ اور تقسیم میراث کے ذریعہ دولت کے ارتکاز کو روکنے اور لوگوں کو ایک سطح پر لانے کے بعد منصفانہ اور تدریجی قواعد مقرر فرمائے ہیں انہیں چودہ سو برس پیشتر کے فرسودہ طریقے قرار دے کر جبر و تشدد کے ذریعہ ایک گروہ سے سرمایہ زبردستی چھین کر دوسرے کو دے دینا بھی مساوات نہیں بلکہ دراصل عدم مساوات اور رب العالمین کے مقرر کردہ نظام کے خلاف ملحدانہ سرکشی ہے۔ اسلام میں طبقاتی امتیاز کا وجود قائم ہے، لہٰذا ایسے معاشرے کا تصور جو بے طبقاتی ہو بے انصافی ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ فاتحہ کی چوتھی آیت میں اپنی شانِ ربوبیت کی تشریح اس طرح فرمایا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی اے کائنات کے پالنے والے ہم تجھی کو اپنا معبود سمجھتے ہیں اور اپنی تمام مصائب و مشکلات میں صرف تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ہماری دعا اور تمنا صرف یہ ہے کہ تو ہم کو وہ سیدھا راستہ دکھادے جو تیرے انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے اور ہم کو ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے بچا جو تیرے مغضوب و گمراہ ہیں۔ (آمین)

Marfat.com

جہانِ انفس و آفاق

علمی اصطلاح میں نفسِ انسانی معہ اپنے ظاہر و باطن کے انفُس سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کائنات میں جو کچھ از قسم ظاہر و باطن ہے اسے آفاق کہا جاتا ہے سیدھی سادی زبان میں انسان کی ذات سے لے کر آسمان و زمین کی پنہائیوں اور گہرائیوں کی انتہا تک ہم جو کچھ عام انسانی بصارت یا دُوربین، خوردبین، طیارے یا خلائی پرواز وغیرہ کے خارجی ذرائع کی مدد سے دیکھ سکیں وہ "جہانِ انفس و آفاق" ہے۔

اسلام میں انفس و آفاق کے جہان کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مظہر بتایا گیا ہے۔

سورۂ حٰم السجدہ کی آیت ۵۳ میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ؕ

ترجمہ:۔ "ہم عنقریب ان کو آفاق میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے گا۔"

اس آیت کے پہلے لفظ سنریھم (یعنی ہم عنقریب دکھائیں گے) سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ جہانِ انفس و آفاق کے مشاہدہ اور مطالعہ کا حکم دیتا ہے۔ اور منشائے الٰہی یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلی ہوئی کائنات کو محض مناظر قدرت یا دیکھنے دکھانے

Marfat.com

کی چیز کے طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی نشانیاں سمجھ کر انہیں غور سے دیکھے اور ممکن الوجود مخلوقات کے ذریعہ واجب الوجود یعنی اللہ تعالےٰ کو پہچاننے کی پوری کوشش کرے اسلامی تصوف کی اصطلاح میں اپنے نفس کا مکمل اور عمیق مطالعہ "سیر انفسی" ہے اور آفاق کے گہرے مطالعہ اور غور و فکر کا نام سیر آفاقی ۔ اس سیر انفسی اور سیر آفاقی کے بعد ہی یہ حقیقت فہم انسانی میں آسکتی ہے کہ ممکن الوجود حادث و فانی ہے ۔ اور واجب الوجود قائم بالذات و موجود بالذات ہے ۔ توحید وجودی اور توحید شہودی کی نازک بحث میں پڑنا عام انسانی ذہنوں میں انتشار پیدا کرنا ہے ۔ ایک مسلمان کے لئے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا کافی ہے کہ ممکن الوجود، ممکن الوجود ہے یعنی حادث اور فانی ہے، اور واجب الوجود، واجب الوجود ہے یعنی قائم بالذات ہے ۔

اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے اور جہان انفس و آفاق میں ہر چیز عبدیت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے ۔ وہ حاکم ہے ہم سب محکوم ہیں ۔ وہ خالق ہے ہم سب مخلوق ہیں ۔ وہ عالم ہے اور ہم سب معلوم ہیں ۔

سورہ حٰم السجدہ کی جو آیت ذرا پہلے آپ کو سنائی گئی ہے اس میں اللہ تعالےٰ پہلے اپنی آفاقی نشانیوں کا ذکر فرماتا ہے پھر انفسی نشانیوں کا ۔ یہ آسمان ۔ یہ زمین ۔ یہ چاند ۔ یہ سورج ، یہ جگمگاتے ستارے ۔ یہ متلاطم سمندر ۔ یہ دن کی چمک دمک ۔ یہ رات کی گہری تاریکی ۔ یہ خار مغیلاں ۔ یہ گلہائے رنگ برنگ ۔ یہ لق و دق ریگستان ۔ یہ لہلہاتی کھیتیاں ۔ یہ چھکڑے ۔ یہ تیز گام ریلوے ٹرین ۔ یہ اونٹ گاڑیاں ۔ یہ برق رفتار طیارے ۔ یہ بجلی کی تڑپ ۔ یہ بادلوں کی گرج ۔ یہ آندھی کے جھکڑ ۔ یہ تبسم سحر کی مستانہ خرامی ۔ یہ کرۂ زمین ۔ یہ گورے یہ کالے غرضکہ جہان آفاق میں زمین سے لے کر آسمان تک کوئی بھی چیز بے کار و بے مقصد نہیں ۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ بار بار بتاتا ہے کہ اس نے کائنات میں ہر چیز اپنی مصلحت و رانداز ے کے مطابق پیدا کی ہے۔ اور ایک مسلمان جہانِ انفس و آفاق میں ایک ایک چیز دیکھنے کے بعد قرآن مجید کے الفاظ میں بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج"

ترجمہ:۔ "اے ہمارے رب تو نے اسے بے فائدہ نہیں پیدا کیا"۔

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۶۴ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لئے بے شک آسمانوں اور زمین کی ساخت اور رات دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو لوگوں کے لئے فائدے کی چیزیں لے کر سمندروں میں رواں دواں ہیں اور بارش میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو دوبارہ زندگی بخشتا ہے۔ زمین پر ہر قسم کی جاندار مخلوق پھیلاتے ہیں اور ہواؤں کی گردش میں۔ ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان گھرے رہتے ہیں اللہ کی نشانیاں ہیں"۔

جو لوگ جہانِ انفس و آفاق میں ان تمام مظاہرِ قدرت کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور ذات واجب الوجود کی معرفت کا ذریعہ نہیں بناتے بلکہ انہیں سطحی نظر سے دیکھنے اور سیر و تماشا کی چیز سمجھتے ہیں وہ سورۃ الانفال کی بائیسویں آیت کے الفاظ میں غور فرمائیں:۔

"بلاشبہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے ہیں اور عقل سے محروم ہیں"۔

دوسری جگہ سورۃ انعام کی ۳۹ آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں۔

Marfat.com

اور تاریکیوں میں پڑے ہوتے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔"

ان آیتوں کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ جہانِ انفس و آفاق میں بکھری ہوئی اللہ کی نشانیوں کو محض سیر و تماشے کی چیز یا ذوقِ نظر کا سامان سمجھتے ہیں وہ عقل و خرد سے محروم ہو کر انسانیت کی بلند و بالا سطح سے حیوانیت کی پست سطح پر جا گرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی وضاحت کرنے والے اسلام کے پیغام کو سننا نہیں چاہتے۔ انہوں نے اپنے کان بند کر رکھے ہیں اور حق و صداقت کے اعتراف سے ان کی زبانیں گنگ ہیں۔

اللہ کا بھٹکانا یہ ہے کہ بدبخت انسان آیاتِ الٰہی کے مطالعہ کی توفیق سے محروم ہو جائے اگر مشاہدہ کرے بھی تو حقیقت رسی کے نشانات اس کی آنکھوں سے پنہاں رہیں اور ذہنِ انسانی کی باطل تخلیقات و توہمات کی بنیادوں پر وہ حق سے دور تر ہوتا جائے۔

اس سلسلہ میں یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جہانِ انفس و آفاق میں جن چیزوں کو اپنی نشانیاں قرار دے کر ان پر غور و فکر کی تاکید فرمائی ہے وہ ایسی نہیں جن کا فہم و ادراک انسان کی دسترس سے باہر ہو بلکہ اللہ تعالےٰ نے سورۂ لقمان کی بیسویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں مکمل کر دی ہیں۔

جہانِ انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی ان نشانیوں پر غور و فکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس ذاتِ واجب الوجود کو پہچانے جس نے ان تمام

Marfat.com

چیزوں کو خاص خاص مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے اور جنہیں ایک مضبوط و مستحکم نظام کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے کہ جس میں قیامت تک کسی تغیر و تبدیلی کا امکان نہیں ہو سکتا۔

سورج ہمیشہ مشرق سے طلوع ہوگا۔ نیا چاند ہمیشہ افق مغرب پر نمودار ہوگا۔ رات کے بعد دن کا آنا اور دن ختم ہوتے ہی لیلائے شب کے گیسوؤں کا بکھر جانا قدرت کا اٹل قانون ہے۔ ایک خاص قسم کے بیج سے ایک ہی خاص قسم کا پودا یا پیڑ پیدا ہوگا۔ ہر پھول اپنے ہی مخصوص رنگ سے مزین رہے گا۔

اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ جہانِ انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیوں کے عمیق مشاہدے سے انسان کی قوتِ ایقان اس قدر مستحکم ہو جائے کہ اس کی رگوں میں دوڑنے والے خون کا ہر ذرّہ قرآن مجید کے الفاظ میں پکار اٹھے:۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝	تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس رحمٰن و رحیم کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
البقرة ۱۶۳	

سیر آفاقی یعنی زمین سے آسمان تک بکھری ہوئی اللہ کی نشانیوں کے عمیق مشاہدے اور ان پر غور و فکر کے بعد سیر انفسی یا خود اپنی ذات کا عرفان حاصل کرنے کی منزل نظر آتی ہے۔ جس طرح کسی زبان کی کتاب کو پڑھنے کے لئے پہلے اس کے حروفِ تہجی کو سیکھنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح خود اپنی ذات کے عرفان یا سیر انفسی کے لئے سیر آفاقی کا مرحلہ طے کرنا لازمی شرط ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ابوالانبیاء کے لقب سے یاد کئے جاتے

Marfat.com

ہیں اور دنیا کے تین مذاہب یہودیت، مسیحیت، اور اسلام انہی کی نسل سے جاری ہوئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی آفاق میں اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کے ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام کی آیات ۷۶ تا ۸۰ میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ "ہم نے اس طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے انتظامات دکھائے کہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو جائیں۔ جب رات طاری ہوئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا اور بولے یہ میرا رب ہے۔ مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے یہ میرا رب ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا رب مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھائے گا تو میں گمراہوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو بولے یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو پکار اٹھے۔ اے میری قوم والو میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ذات کی جانب پھیر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں کے زمرے میں شامل نہیں ہوتا۔"

اب یہ نکتہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں جہانِ آفاق کے مشاہدے اور اس کے بسیط دامن میں بکھری ہوئی ایک ایک چیز پر غور و فکر کی جو تاکید کی گئی ہے اس کا اصل مقصد اس ذات واجب الوجود کو پہچاننا ہے جس کی نشاندہی جہانِ آفاق کا ہر ذرّہ کر رہا ہے۔ خالقِ حقیقی کی معرفت حاصل کرنے کے لئے جہانِ انفس یعنی خود ذاتِ انسانی کا مطالعہ و مشاہدہ ضروری ہے۔ یہی

Marfat.com

وہ مقام ہے جسے تصوف کی اصطلاح میں " انا " کہا جاتا ہے اور جسے مفکرِ اسلام علامہ اقبال خودی سے موسوم کرتے ہیں۔

جہاں نفس یعنی ذاتِ انسانی بظاہر ایک چھوٹا سا جسم ہے جس کی حیثیت آفاق کے سمندر میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں مگر اس جسم صغیر کی وسعتیں۔ ! اللہ۔ اللہ۔ !

اسلام بتاتا ہے کہ :۔

" من عرف نفسہ فقد عرف ربہ " یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

یہی بظاہر ضعیف و کمزور انسان جسے ایک ننھا سا کیڑا اپنی نیش زنی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے اور جس کی پوری پوری بستیوں کو بے نشان کرنے کے لئے آفاق کی ایک چھوٹی سی نشانی ، دریا کی ایک موج یا زمین کی ایک لرزش کافی ہے ۔ درحقیقت اشرف المخلوقات اور کشور آفاق کا بادشاہ ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی ۷۰ ویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے :۔

ترجمہ :۔ " ہم نے بنی آدم کو عزت و شرف عطا فرمایا اور اس کو بحر و بر میں سواری عطا فرمائی ۔ اور پاکیزہ روزی بخشی اور اپنی کثیر مخلوقات پر فضیلت دی ۔" اسی انسان کی شان میں اللہ تعالےٰ نے سورۂ تین کی چوتھی آیت میں فرمایا ہے :۔

ترجمہ :۔ " ہم نے انسان کو بہترین شکل و صورت کے ساتھ پیدا کیا ہے ۔"

قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی انسان کے قالب میں اپنی روح پھونکی ۔ اس کے سر پر خلافتِ الٰہیہ کا تاج رکھا ۔ ملائکہ کو حکم دیا کہ

Marfat.com

وہ اس مشتِ خاک کے سامنے سربسجود ہو جائیں۔ اور اس کے حضور سجدہ ریزی سے انکار کرنے والے کو ابلیس و شیطانِ رجیم یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نامراد و مردود قرار دیا گیا۔ ذاتِ انسانی دیکھنے میں عالم صغیر ہے اور جہانِ آفاق اس کی تفصیل ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان عالم کبیر ہے اور اس کے مقابلے میں جہانِ آفاق کی ساری وسعتیں عالم صغیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ مفکرِ اسلام علامہ اقبال نے اسی مناسبت سے ارشاد فرمایا ہے۔ ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

علامہ اقبال کا یہ شعر درحقیقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک کی ترجمانی ہے۔

تحقیق کہ اللہ نے پیدا کیا انسان کو اپنی صورت پر۔ پس اے انسان پہچان اپنے نفس کو تاکہ تو پہچانے اپنے رب کو۔

Marfat.com

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے

اسلام جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے، امن و سلامتی کا مذہب ہے، جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں، تو ایک دوسرے کے خیر مقدم کے لئے جو پہلا فقرہ ان کی زبان سے نکلتا ہے، وہ ہے، "السلام علیکم" یعنی تم پر سلامتی ہو۔ اسلام فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک فتنہ و فساد برپا کرنا۔ قتل سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے جو لوگ اصلاح کے گمراہ کن نام پر فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق البقرہ کی گیارہویں اور بارہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ)" جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد برپا کرو۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو یہی لوگ یعنی اصلاح کا دعوٰے کرنے والے خود ہی مفسد مگر انہیں شعور نہیں"

اسلام حقیقی معنی میں ہمہ گیر و عالمگیر مذہب ہے، وہ انسانی اخوت کا قائل ہے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے۔

سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے (ترجمہ)" لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ہی فرد سے پیدا کیا، اور اسی نوع سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان سے سارے مرد اور عورت پیدا کئے"۔

اسلام کی نظر میں انسانی معاشرے کا بنیادی پتھر رنگ و نسل یا زبان و عقائد کا اختلاف نہیں۔ بلکہ صرف انسانی اخوت ہے اور اخوت انسانی کے اس عالمگیر معاشرے میں انسان کی عظمت کا معیار اس کا کردار ہے۔

الحجرات کی تیرھویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

Marfat.com

(ترجمہ) "اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا ہے، تمہارے قبیلے اور برادریاں محض اس وجہ سے بنائی گئی ہیں کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

اسلام اپنے تمام پیروؤں کو اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ انفال کی چھیالیسویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ) " اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو۔ اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہاری ہمت پست ہو جائے گی، اور ہوا خیزی ہو جائے گی۔ اور صبر سے کام لو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اسلام گروہ بندی اور فرقہ وارانہ عصبیت کا سخت مخالف ہے، اور لوگوں کو اس قسم کی گروہ بندیوں میں حصہ لینے سے منع فرماتا ہے، سورۃ انعام کی آیت ۱۵۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(ترجمہ):۔"جن لوگوں نے دین میں تفرقہ ڈالا، اور کئی فرقے بن گئے۔ تم ایسے لوگوں سے بے تعلق رہو۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرو، پھر وہی ان کے افعال کا محاسبہ کرے گا۔"

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب دو مسلمانوں یا ان کے دو گروہوں میں جھگڑا ہو جائے۔ تو جھگڑے کو ہوا نہ دو، بلکہ ان دونوں میں ملاپ کرا دو۔ الحجرات میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ):۔" مسلمان تو بس ایک دوسرے کے بھائی ہیں، تم اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو۔ تاکہ وہ تم پر رحم فرمائے۔

اسلام میں گروہ بندی سے بچنے کا اس سے زیادہ واضح حکم کیا ہو سکتا ہے

24848

Marfat.com

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس نے وہی نماز پڑھی جو ہم پڑھتے ہیں۔ اور اسی قبلہ کی طرف رُخ کیا۔ جس کی طرف ہم رُخ کرتے ہیں۔ اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا وہ مسلمان ہے" گروہ بندی کے نام پر ہنگامہ آرائیاں اور کشت وخون اسلام میں جائز نہیں۔ قرآن مجید میں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ جس نے کسی ایک انسان کو قتل کیا۔ اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، اور جس کسی نے ایک انسان کی جان بچائی۔ اس نے گویا تمام انسانوں کی جان بچا لی۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قبیلہ کے لوگوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی، میرے مقابلہ پر ایک شخص آیا اور جب میں نے اسے مارنے کے لئے نیزہ اٹھایا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ میں نے اس کو نیزے کے وار سے ہلاک کر دیا۔ حضرت اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ "جب میں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس شخص کی زبان سے لا الہ الا اللہ نکلا تھا، تو تم نے اس کی جان کیوں لی" حضرت اُسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس نے دل سے نہیں۔ بلکہ محض جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" کیا تم اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔؟

ایک اور موقع پر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ ہم ظاہر پہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کسی کے دل میں کیا ہے۔ وہ اللہ جانتا ہے۔

Marfat.com

روزہ اور تزکیۂ نفس

اسلام کی نظر میں زندگی کا اصل مقصد تزکیۂ نفس ہے، یعنی انسان اپنے دل و دماغ اور پوری زندگی کو برائیوں سے پاک کرکے اُن نیک عادتوں پر کاربند ہو، جن سے زندگی نقطۂ کمال پر پہنچتی ہے۔

سورۂ بقرہ کی ۱۸۳ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے جب ایمان والوں کو مخاطب فرماکر ان پر روزے فرض کئے تو اس کی وجہ یہ ظاہر فرمائی:-

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ "تاکہ تم لوگ پرہیزگار بن جاؤ"

عربی زبان میں تقویٰ بہت جامع لفظ ہے، علمائے دین نے اس کی جو مختلف تشریحات کی ہیں، ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار بن جائے، اس کی تمام خواہشیں اور ارادے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہو جائیں، اور وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے تمام حقوق خوشدلی سے ادا کرے، چاہے وہ اللہ کے حقوق ہوں، چاہے بندوں کے حقوق۔

روزہ تزکیۂ نفس یا آسان زبان میں زندگی کو سنوارنے یا پاکیزہ بنانے کی عملی تربیت ہے، جو اسلام کی درسگاہ سے مسلمانوں کو سال میں پورے ایک مہینہ دی جاتی ہے، روزہ کو عربی زبان میں صوم کہتے ہیں، جس کے لفظی معنی ہیں، کسی چیز سے باز رہنا۔ روزے کی حالت میں ایک مسلمان سحری کے وقت سے لے کر آفتاب غروب ہونے تک کھانے پینے اور دوسری خواہشوں سے باز رہتا ہے۔

قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ نے خوب لکھا ہے کہ روزہ اللہ کی

Marfat.com

محبت کا وہ مقام ہے جس میں عاشق کو نہ اپنے کھانے کی پروا ہوتی نہ پینے کی نہ بیوی کا خیال ہوتا ہے، اور نہ حظِ نفس کا۔ گویا محبوب کی محبت پر اپنی نفسانی اور جسمانی خواہشات کو قربان کردیتا ہے، تزکیہ نفس یا زندگی کو سنوارنے اور پاکیزہ بنانے کی پہلی شرط ضبطِ نفس ہے، یعنی اپنی خواہشوں کو قابو میں کرلینا۔

خیال کیجئے کہ نفس پر قابو پانے کی اس سے زیادہ شاندار مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ سخت سردی یا سخت گرمی کا موسم کے مطابق کھانے پینے کا بہترین سامان موجود ہے، اچھی سے اچھی چیز جو چاہے کھائے جو چاہے پئے کوئی دیکھنے والا نہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ لیکن وہ شخص کسی دباؤ کے بغیر صرف اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں شدید خواہش کے باوجود کھانے پینے کی ہر چیز سے باز رہتا ہے، اور بھوک پیاس کی ہر تکلیف اپنا فرض سمجھ کر ہنسی خوشی برداشت کرتا ہے۔

روزہ صبح سے شام تک صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ دار کو بہت سی دوسری خواہشوں، ضرورتوں اور عادتوں سے بھی باز رہنا پڑتا ہے،

سچا روزہ دار وہ نہیں جو اپنے حلق کو کھانے پینے سے بند کرے یا صرف جنسی خواہش سے باز رہے، بلکہ اصل روزہ یہ ہے کہ روزہ دار کے جسم کا ہر عضو حالتِ صوم میں رہے، یعنی اپنی عادتوں کو قابو میں رکھے، دماغ میں کوئی پراگندہ خیال نہ آئے دل نفسانی امنگوں سے پاک رہے۔ آنکھ کوئی ایسی چیز نہ دیکھے، جسے دیکھنا شرعاً یا اخلاقاً ممنوع ہو، زبان سے کوئی برا کلمہ نہ نکلے۔ کان بیہودہ باتیں سننے سے باز رہیں، ہاتھ اگر اٹھے تو خیرخیرات کے لئے یا کسی مظلوم کی دادرسی کے لئے اُٹھے۔ اور اگر پاؤں اُٹھیں تو صرف حق و صداقت کی راہ پر اٹھیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے "جس شخص نے روزے کی حالت میں بے ہودہ بات اور بُرے عمل کو ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کے بھوکے

Marfat.com

پیاسے رہنے کی حاجت نہیں۔" حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی رضامندی کے لئے روزہ رکھتا ہے، تو اس کا فرض ہے کہ وہ کھانا پینا ترک کرنے کے ساتھ کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالے، اور ایسا کوئی کام نہ کرے، جو قانونِ شریعت، ضابطۂ اخلاق اور آدابِ انسانیت کے خلاف ہو، اس فہرست میں جھوٹ، غیبت، بدگوئی، بہتان تراشی، جھوٹی گواہی، بددیانتی نفع خوری، ذخیرہ اندوزی، تخریب پسندی، بدزبانی، لڑائی جھگڑا، دل آزاری، چغل خوری۔ حتیٰ کہ ہر وہ بات اور ہر وہ کام شامل ہے، جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے باز رہنے کا حکم دیا ہے، جو حقوق اللہ کے منافی ہیں، اور جن سے حقوق العباد کے کسی بھی گوشے پر ہلکی سی زد پڑنے کا امکان ہو۔ اندازہ کیجئے کہ اللہ کا جو خوش نصیب بندہ پورے ایک ماہ تک پابندی کے ساتھ تمام اخلاقی برائیوں سے اپنا دامن بچانے کی کوشش کرے، تو اس کے کردار میں کس قدر عظمت پیدا ہوگی، اور وہ معاشرے میں کتنے بلند مرتبہ کا مستحق ہوگا۔

تزکیۂ نفس یا زندگی کو سنوارنے اور پاکیزہ بنانے کے لئے بری باتوں اور برے کاموں سے بچنے کے ساتھ اچھی باتوں اور اچھے کاموں پر عمل کرنے کی بھی ضرورت ہے، چنانچہ اسلام نے رمضان المبارک کے مہینے میں خیر و خیرات اور دوسرے نیک کاموں کی بار بار تاکید کی ہے، اور بتایا ہے کہ اس متبرک مہینے میں اچھی بات زبان سے نکالنے اور اچھا کام کرنے کا اجر دوسرے مہینوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشر عشیر بھی کوئی سخی و فیاض نہیں تھا، آپ ہمیشہ دوسروں کی مدد فرماتے تھے، اور آپ کے در سے کوئی ضرورت مند محروم نہیں لوٹتا تھا۔ لیکن بخاری کی روایت ہے کہ رمضان کے مہینے میں رسول اللہؐ کی سخاوت کی رفتار مینہ برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ تیز ہو جاتی تھی۔

Marfat.com

انسان جب خود بھوکا پیاسا رہتا ہے، تب اسے دوسروں کی بھوک پیاس کا احساس ہوتا ہے، انسان کو نیک کاموں کی ترغیب اسی وقت ہوتی ہے، جب اسے برائیوں سے بچنے کی توفیق نصیب ہو، رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق رمضان المبارک خیروبرکت محبت اور ہمدردی کا مہینہ ہے، روزہ انسان کو نظم وضبط کی پابندی کا درس دیتا ہے، روزے سے انسان جذبات کو قابو میں رکھنے کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اسے بری باتوں سے بچنے کی تربیت نصیب ہوتی ہے، وہ ایثار وقربانی کا سبق سیکھتا ہے، اس کے دل میں نیکی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ حق وصداقت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے، اور اللہ کے غریب۔ مظلوم اور مصیبت زدہ بندوں کی امداد کرتا ہے، اور ملک وقوم کی بے لوث خدمت اور اصلاح معاشرہ کا عزم لے کر اٹھتا ہے،

Marfat.com

غیر مسلموں سے حسنِ سلوک

صدیوں پیشتر جبکہ دنیا رنگ اور نسل و مذہب کی بنیاد پر مختلف گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک خاص مذہب یا رنگ و نسل کے طاقتور انسانوں نے دوسرے مذہب یا رنگ و نسل کے کمزور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا تصور دلوں سے زائل ہو چکا تھا اور چھوٹے چھوٹے مذہبی اختلافات کی بنیاد پر لوگوں کے سر قلم کر دیے جاتے تھے اور انہیں آگ کے شعلوں میں زندہ جلا کر بھسم کر دیا جاتا تھا۔

وقت کے سرکش فرعون نے سورۃ القصص میں قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق (ترجمہ) زمین کے باشندوں کو دو گروہوں میں منقسم کر دیا تھا۔ وہ ایک گروہ کو ذلیل کرتا تھا اس کے لڑکوں کو قتل اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا۔

مکہ معظمہ میں فاران کی وادیوں سے یہ انوکھی آواز گونجی تمام مخلوق اللہ کی عیال ہیں۔ یعنی اللہ کی سرزمین پر بسنے والوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ان کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں برتا جا سکتا۔ تمام انسان چاہے وہ کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں خواہ ان کا کوئی بھی کیش و مذہب ہو وہ سب اللہ کی عیال ہیں۔ اللہ ان سب پر کسی امتیازی تفریق کے بغیر اسیطرح شفقت فرماتا ہے جس طرح ایک باپ اپنے سب بچوں سے محبت کرتا ہے۔ اگر بچے کو ایذا پہنچائی جائے تو باپ کا دل دکھے گا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی طاقت کے بل پر کسی دوسرے انسان کو بدسلوکی کا نشانہ بنائے گا تو وہ اللہ کے غضب کو دعوت دے گا۔

موجودہ دور میں جسے ترقی کا بہترین دور سمجھا جاتا ہے انسانی ہمدردی

Marfat.com

و مساوات کے نقارے پیٹے جاتے ہیں اور تلقین کی جاتی ہے کہ تمام انسانوں کے کچھ بنیادی حقوق بھی ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے دین اسلام نے کم و بیش ڈیڑھ ہزار برس پیشتر اعلان کر دیا تھا کہ اللہ کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔ عزت کا دارو مدار رنگ و نسل پر نہیں۔ دولت اور طاقت پر نہیں بلکہ اس کا حقیقی معیار تقویٰ یا خدا کا خوف ہے جو شخص اپنے خدا سے ڈرتا ہے نیک کام کرتا ہے برائیوں سے بچتا ہے۔ غریبوں کی مدد کرتا ہے۔ ضعیفوں کی دستگیری کو اپنا شیوہ بناتا ہے۔ اپنے تمام حقوق چاہے وہ اللہ کے حقوق ہوں یا بندوں کے حقوق، فراخدلی سے ادا کرتا ہے۔ وہ چاہے شرقی ہو یا غربی، گورا ہو یا کالا کسی ایک مذہب و ملت کا پابند ہو یا کسی دوسرے مذہب و ملت کا اللہ کی نظر میں صاحب عزت ہے۔ اور قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق وہ اپنے نیک اعمال کا صلہ اللہ سے پائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ) مذہب میں کوئی جبر نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو وہ تمام لوگوں کو صاحب ایمان بنا دیا۔ لیکن اے نبیؐ تمہارا کام تو صرف اتنا ہے کہ اللہ کا پیام لوگوں تک پہنچا دو۔

سورۃ الشوریٰ کی ایک سو پندرھویں آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں کے ساتھ انصاف کروں۔

دوسری جگہ سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ تم کو عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

عدل و انصاف میں عربی و عجمی۔ گورے اور کالے۔ مسلم اور غیر مسلم کا

Marfat.com

کوئی امتیاز نہیں۔ اسلام میں انصاف ایک ایسی ترازو ہے جس کے پلڑے پر سب برابر ہیں۔ انصاف اس واضح حقیقت کا نام ہے کہ رنگ ونسل یا مذہب و ملت کے کسی امتیاز کے بغیر انسانوں کے باہمی حقوق میں تناسب و توازن قائم ہو اور ہر شخص کو اس کا حق پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اسلام کا صاف وصریح حکم ہے کہ ہر شخص کو چاہے وہ کسی بھی نسل یا مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو اس کے تمام اخلاقی۔ معاشرتی۔ قانونی۔ سیاسی اور تمدنی حقوق مسلم مملکت میں پوری ایمانداری سے ادا کیے جائیں اور کسی امتیاز کے بغیر لوگوں کی جان ومال عزت وآبرو مذہب وثقافت مراسم وشعائر اور تمام بنیادی حقوق کا تحفظ کسی امتیاز کے بغیر کیا جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں عدل کے ساتھ احسان کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

احسان یہ ہے کہ حکمران اور طاقتور طبقہ اپنے حقوق میں کچھ کمی بخوشی منظور کر کے اقلیتی طبقے کو ان کے حقوق سے کچھ زیادہ دے دے۔ عدل اگر معاشرے کو ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احسان اس میں شیرینی گھول دیتا ہے یہی وہ حقیقت ہے جسے فیاضانہ سلوک کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ حکم احسان ہے جس کے تحت قائداعظم نے قیام پاکستان کے موقع پر اقلیتوں سے وعدہ فرمایا تھا کہ اس نئے ملک میں اقلیتوں سے نہ صرف منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک روا رکھا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ سورہ النساء میں مسلمانوں کو حکم دیتا ہے۔

(ترجمہ) اے ایمان والو انصاف کے علمبردار بنو اور حق کے گواہ بنو۔

کسی مسلم ملک میں اکثریتی اور اقلیتی جماعتوں کے درمیان انصاف کرتے وقت کوئی امتیاز برتنا کسی ایک گروہ کی طرفداری کرنا اقلیتی جماعت سے

Marfat.com

تعصب برتنا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اگر نیک کام کا اجر ہے تو سب کے لیے اور جرم کی سزا ہے تو سب کے لئے یکساں اگر انصاف۔ مکمل انصاف میں کچھ ترمیم برتی جاسکتی ہے یعنی شرطِ احسان پوری کی جاسکتی ہے تو اقلیتی جماعت کے ساتھ۔ نجران کے عیسائیوں نے جب اسلام کی اطاعت قبول کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وفد سے حسبِ ذیل تحریری معاہدہ فرمایا۔ نجران والوں کو اپنی جان، مذہب، زمین اور جائیداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہو گی۔ اور اللہ کا نبی محمدؐ اس کا ضامن ہے۔ نجران کے ان تمام عیسائیوں کو جو اس وقت یہاں موجود ہیں۔ چاہے وہ کسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی خاص قبیلے سے ان کی موالات قائم ہوں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ان کے موجودہ حقوق وحالات میں کوئی تغیر نہیں کیا جائیگا۔ جو کچھ بھی ان کے قبضے میں اس وقت ہے اس میں کمی کبھی نہ ہو گی اور وہ اس پر بدستور قابض رہیں گے۔ گذشتہ دور کے کسی شبہ جرم یا قتل کے الزام میں ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائیگا۔ نجران کے کسی عیسائی سے بیگار نہیں لی جائے گی۔ ان کی زمین کی پیداوار پر زائد ٹیکس وصول نہیں کیا جائیگا اور ان کے علاقوں سے مسلمان فوجوں کو گذرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنے کے بعد جب نجران کے عیسائیوں کا وفد رخصت ہونے لگا تو سرکار دوعالمؐ نے وفد کے سربراہ آرچ بشپ ابوالحارث کو بلا کر یہ دوسری سند عطا فرمائی۔

اللہ کے نبی محمدؐ کی جانب سے یہ تحریر اسقف ابوالحارث اور نجران کے تمام بشپوں۔ پادریوں۔ کاہنوں۔ راہبوں۔ ان کے غلاموں معتقدوں خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی خدمات انجام دینے والوں کے لئے ہے

Marfat.com

کہ ان سب کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی حفاظت حاصل ہے۔ کسی گرجا یا خانقاہ کے کسی بڑے یا چھوٹے عہدے دار کو نہیں بدلا جائیگا۔ کسی شخص کے موجودہ مذہبی حقوق و اختیارات میں کوئی کمی نہیں کی جائیگی۔ ان کے موجودہ ماحول و معاشرے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا جائیگا۔ صرف شرط یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے خیرخواہ رہیں۔ مسلمانوں پر ظلم نہ کریں۔ اور مسلمانوں پر ظلم کرنے والی کسی جماعت کا ساتھ نہ دیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے چھٹے سال وادی سینا کے علاقے سینٹ کیتھرائن کی مشہور خانقاہ کے سربراہ کو یہ تحریری دستاویز عطا فرمائی جس کی رو سے علاقے کے تمام عیسائیوں کے مذہبی و سماجی حقوق کی تحفظ کی ضمانت دی گئی۔ اور مسلمانوں کو عیسائیوں کے کسی معاملے میں مداخلت کرنے کی سخت ممانعت کی گئی۔

اس اہم تاریخی فرمان کے ذریعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت دی کہ عیسائیوں کے جان و مال کی مکمل حفاظت کی جائیگی۔ ان کو مصائب و آفات سے بچایا جائیگا۔ سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ اور اس کے پادریوں کے حجروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو مذہبی فرائض کی ادائیگی سے نہیں روکا جائیگا۔ کسی عیسائی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ اگر دوسرے علاقے کے عیسائی اس خانقاہ کی زیارت کے لئے آنا چاہیں گے تو ان کی راہ میں رکاوٹ حائل نہیں کی جائیگی۔ اور انہیں خانقاہ کی زیارت سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔ مسلمانوں کو مسجد یا ذاتی مکان کی تعمیر کے لئے خانقاہ کے کسی حصے یا کسی دوسری مسیحی عبادت گاہ کو منہدم کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کوئی عیسائی عورت برضا و رغبت کسی مسلمان مرد سے شادی کرے تو اس کو عیسوی مذہب پر قائم رہنے اور عیسوی مذہب کی تعلیمات پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔

Marfat.com

عیسائیوں کو اپنی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی مرمت کے لیے حسب طلب و ضرورت امداد دی جائے گی۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے عہد میں جب اسکندریہ پر اسلام کا پرچم ایک عظیم جنگ کے بعد سر بلند ہوا اور بہت سے قبطی اور یونانی سپاہی اسیران جنگ کی حیثیت سے مسلمان سپہ سالار کی خدمت میں پیش کیے گئے تو بعض مسلمان فوجیوں نے رائے ظاہر کی کہ ان اسیرانِ جنگ سے مذہب اسلام قبول کرنے کو کہا جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کو اطلاع ملی تو بارگاہ خلافت سے فرمان صادر ہوا کہ مذہب کے معاملے میں ہر شخص آزاد ہے جس قبطی یا یونانی کا جی چاہے بخوشی مسلمان ہو جائے۔ نہ چاہے تو بدستور اپنے مذہب پر قائم رہے۔ کسی مسلمان فوجی کو کسی عیسائی کے مذہب میں مداخلت کرنے کا حق نہیں۔

بیت المقدس فتح کرنے کے بعد امیر المومنین حضرت فاروق اعظم جب وہاں تشریف لائے تو یروشلم کے اس مقدس ترین و مشہور ترین گرجا کی زیارت کے لیے بھی گئے جہاں عیسائیوں کی روایت کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام صلیب سے اتارے جانے کے بعد تین دن دفن رہے تھے پھر آسمان پر اٹھا لیے گئے۔

✓ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس تاریخی گرجا میں اِدھر اُدھر گشت فرما رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ عیسائیوں نے درخواست کی کہ امیر المومنین گرجا کے کسی گوشے میں نماز ادا فرما لیں۔

حضرت فاروق اعظم نے اس اندیشے کے پیش نظر کہ مسلمان کہیں اس گرجا کو حضرت فاروق اعظم کی یاد میں مسجد نہ بنا لیں سختی سے انکار فرمایا۔

Marfat.com

اور گرجا سے باہر نکل کر کافی فاصلے پر ایک صاف جگہ نماز ادا کی جہاں آج مسجد عمر تعمیر ہے۔ اور مسیحی دنیا کا وہ مشہور گرجا بھی آج اسی شان و شوکت اور زیب و زینت کے ساتھ یروشلم میں قائم ہے۔

Marfat.com

علم و عرفان

اللہ تعالیٰ سورہ الحجر کی آئت ۳۰ میں ارشاد فرماتا ہے،۔

(ترجمہ)،۔" یاد کرو اُس وقت کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں، جب میں اسے پورا بنا چکوں، اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان بظاہر اس قدر ضعیف مخلوق ہے کہ ایک ننھی سی چیونٹی بھی اس کی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی ضعیف مخلوق کو جس کی پیدائش بھی سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ہوئی، اشرف المخلوقات کیوں قرار دیا؟ فرشتوں کو اس کے آگے سر بسجود ہونے کا حکم کیوں صادر ہوا۔ اور ابلیس اِس مشت خاک کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے کیوں راندۂ درگاہ قرار پایا؟

اس سوال کا جواب ۲۹ ویں آئت میں موجود ہے کہ پروردگار نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے انسان کا قالب بنا کر اس کے اندر اپنی روح میں سے کچھ پھونکا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان میں صفات الٰہیہ کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام ہمقنوع صفات کا جوہر "علم" ہے، یہی وہ جوہر ہے جس سے انسان کو اس کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے اندازہ کیا

Marfat.com

اور یہی وہ جوہر ہے جس کی بنا پر انسان روئے زمین پر خدا کا خلیفہ اور فرشتوں کا بھی سجوہ قرار پایا۔ چنانچہ سورہ البقر کی آئت ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے (ترجمہ)" اللہ نے آدم کو تمام موجودات کے ناموں کا علم عطا فرمایا"

علم کا یہی وہ جوہر تھا جس کے آگے تخلیق آدم پر اعتراض کرنے والے فرشتوں کو بھی سرنگوں ہونا۔ اور اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنا پڑا۔

ظاہر ہے کہ تسبیح وتہلیل کی طاقت میں انسان، فرشتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو صرف تسبیح وتہلیل کی ضرورت ہوتی تو وہ انسان کو ایک مٹھی خاک سے پیدا کر کے اسے علم کے اُس جوہر سے نہ نوازتا جو درحقیقت تمام صفات الٰہیہ کا نچوڑ ہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان اپنے پروردگار کی مختلف صفتوں کو پہنچانتا اور حق و باطل میں امتیاز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر نزول کا حکم دیتے وقت بھی تاکید فرمائی کہ ہماری طرف سے جو ہدائت نازل ہو یعنی تمہارے پروردگار نے تمہیں علم کی دولت سے نواز کر حق و باطل میں امتیاز کی جو صلاحیت عطا فرمائی ہے، اسے محض اپنے سینے میں چھپا کر نہ رکھنا بلکہ بنی نوع انسانی میں اس کی تبلیغ و اشاعت کرنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جتنے انبیاء کرام تشریف لائے ان پر کتب و صحائف نازل کیے گئے، اور انہیں "العلم" کی تبلیغ پر مامور کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کا آغاز ہی "اقراء" کے حکم سے ہوتا ہے، غارِ حرا میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کی ابتدائی پانچ آئتوں کا ترجمہ ہے۔

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جو پیدا کرنے والا ہے، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ۔ اور تیرا رب بڑا اکرام والا ہے،

Marfat.com

جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ انسان کو اُن باتوں کا علم دیا جن سے وہ لاعلم تھا۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصدِ خاص ہی کتاب وحکمت یا دوسرے الفاظ میں علم وعرفان کی تعلیم وتبلیغ ہے۔

البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے :-

(ترجمہ) "جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آئتیں پڑھتا ہے، تمہیں پاک کرتا ہے، اور تم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(ترجمہ) "اللہ نے بے شک احسان کیا ہے ایمان والوں پر انہی میں سے ایک رسول بھیج کر جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آئتیں۔ پاک کرتا ہے ان کی زندگی کو اور تعلیم دیتا ہے انہیں کتاب وحکمت کی۔ وہ اس سے پہلے یقیناً گمراہی میں تھے۔"

اس آئت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب وحکمت کا معلّم قرار دینے کے ساتھ یہ اشارہ بھی کیا گیا ہے کہ انسان کی زندگی اگر منور ہو سکتی ہے، تو صرف علم سے اور علم سے روگردانی کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روائت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات اقدس کے لئے معلّم کا لقب پسند فرمایا ہے، اور لوگوں کو علم حاصل کرنے کی تاکید بار بار فرمائی ہے۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے،

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔"

کہیں فرمایا جاتا ہے :- "علم مومن کی کھوئی ہوئی میراث ہے جہاں ملے

Marfat.com

پانے حاصل کرے۔"

یہ ارشاد بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے، "علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے تمہیں چین کا سفر اختیار کرنا پڑے۔"

علم کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ کتاب و حکمت یا علم و عرفان کے معلم برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طالبِ علم کی راہ میں قدم اٹھانے والوں کو جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے ثواب کا مژدہ سنایا ہے۔ کبھی چیونٹی پر روشنائی کے دھبوں کو خونِ شہادت کے متماثل بتایا جاتا ہے، اور کبھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق رات کے تھوڑے حصے میں تعلیم دینے کو ساری رات کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار صحیح معنوں میں ایک بڑی درسگاہ تھا جہاں صرف یہی نہیں ہوتا تھا کہ لوگوں کو نازل ہونے والی آیتیں پڑھ کر سنادی جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آیاتِ وحی کی تشریح فرماتا۔ لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔ اور عملی مثالوں سے ان کی زندگیوں کو سنوارنا بھی تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محض دعوتِ دین نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر تعلیمی تحریک کے رہبر بھی تھے۔ آپ بندگانِ خدا کو ذہنی و فکری لحاظ سے بھی تعلیم دینے پر مامور تھے اور اخلاقی و معاشرتی نقطہ سے بھی آپ سیاسیات کے بھی معلم تھے، اور اقتصادیات کے بھی۔

علم اگر تمام صفاتِ الٰہیہ کا عطر ہے تو اس کی روح عرفان و معرفت ہے۔ کسی علم کو محض رٹ کر یاد کر لینا اس وقت تک سود مند نہیں ہوتا جب تک ہم اس چیز کی غرض و غایت اور کنہ و حقیقت پر غور و فکر نہ کریں جس کا علم ہمیں کتابی یا زبانی طور پر دیا جارہا ہے۔ علم کی کنہ و حقیقت پر غور کرنے ہی کا

Marfat.com

نام عرفان ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس کی قرآن مجید میں بار بار تاکید کی گئی ہے۔

سورہ "ص" میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ) "(اے رسول) ہم نے تیری طرف برکت والی کتاب نازل کی ہے، تاکہ اس کی آیات پر ارباب عقل غور و فکر کریں اور انہیں سمجھیں"

آیت سے مراد صرف قرآن مجید کی کسی سورۃ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نہیں اس کے لغوی معنی اس نشانی یا علامت کے ہیں جو کسی چیز کی طرف رہنمائی کرے، اور قرآن مجید میں لفظ آئت مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، کہیں اس سے مراد کسی سورہ شریفہ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، کہیں انبیائے کرام سے ظاہر ہونے والے معجزوں کو آیات الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ اور کہیں اس کا اطلاق آثار کائنات بمظاہر قدرت پر کیا گیا ہے۔

سورہ یونس میں فرمایا کہ یہ تمام آیات یعنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ یعنی کلام مجید کی آیات کے مطالب و معانی اور مظاہر قدرت کے پردوں میں چھپی ہوئی حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ اگر علم ظاہری کے ساتھ عرفانِ حقیقی حاصل نہیں تو سورہ جمعہ کی پانچویں آئت کے مطابق اس کی مثال ایسے گدھے کی ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لاد دی گئی ہیں۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ) "بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں عقل والوں کے لئے آیات یعنی نشانیاں ہیں۔ وہ جو یاد کرتے ہیں۔ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ کے بل اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بیکار نہیں بنایا، تو پاک ہے۔ بچا ہم کو دوزخ کے

Marfat.com

عذاب سے "

قرآن مجید حیات انسانی کا مکمل ضابطہ ہے اس میں انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی نشاندہی نہ کی گئی ہو۔ لیکن بنیادی طور پر یہ جزئیات کی کتاب نہیں بلکہ اصول وکلیات کی کتاب ہے، جس میں اسلامی زندگی کا پورا خاکہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم علم وحکمت قرار دیا ہے۔

جو لوگ ظاہری علم یا آثار کائنات کا عرفان غور وفکر کے ذریعہ حاصل نہ کریں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سورہ انفال میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ):" بلاشبہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہ بہرے، گونگے ہیں، اور عقل سے محروم ہیں "

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو علم وعرفان حاصل کرنے اور اللہ کی نشانیوں پر غور وفکر کرنے کی دعوت یوں دی ہے۔ سورہ انعام میں ہے:۔

" وہی رات کا پردہ چاک کرکے صبح نمودار کرتا ہے۔ اس نے رات کو لمحاتِ سکون کے لئے بنایا ہے۔ اس نے چاند اور سورج کا حساب مقرر کیا ہے، یہ سب اس کے حکم کے مطابق ہے جو بڑی قدرت اور علم والا ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو جنگل اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ دیکھو ہم نے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں۔ اُن لوگوں کے لئے جو صاحبِ علم ہیں "

اللہ تعالیٰ لوگوں کو عقل سے کام لینے، غور وفکر کے ذریعہ آیات الٰہیہ کا عرفان حاصل کرنے کی ترغیب دینے کے لئے دوسری جگہ سورہ بقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

Marfat.com

"بے شک آسمانوں اور زمین کی ساخت رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کے پیہم آتے جاتے ہیں، اور کشتیوں میں جو لوگوں کے لئے فائدے کی چیزیں لے کر سمندروں میں رواں دواں ہیں۔ اور بارش میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ مُردہ زمین کو دوبارہ زندگی بخشتا ہے۔ زمین پر ہر قسم کی جاندار مخلوق چلانے میں اور ہواؤں کی گردش میں اور اُن بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اُن لوگوں کے لئے جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں۔"

یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ضعیف انسان جس کی پیدائش کی پہلی بنیاد سڑی ہوئی مٹی کا سوکھا گارا۔ اور دوسری بنیاد خون کی ایک پھٹکی ہے۔ اسے خلیفۃ اللہ فی الارض، مسجود ملائکہ اور اشرف المخلوقات ہونے کا فخر و شرف حاصل ہوا ہے، محض علم کے طفیل میں۔ آج انسان نے زمین و آسمان کی تمام قوتوں کو جو مسخر کر رکھا ہے وہ محض علم کی طاقت سے۔ آج انسان چاند کی رفعتوں کو پامال کر کے مریخ تک پہنچنے کی جو کوشش کر رہا ہے وہ محض علم کا طنطنہ ہے۔ اگر علم نہیں تو انسان قرآن مجید کے الفاظ میں حیوانوں سے بدتر ہے، اس کا دنیا میں کوئی مقام ہے، نہ دین میں۔ اور کسی انسان کا علم اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اُسے غور و فکر۔ ریسرچ اور تحقیقات کے ذریعہ آثارِ کائنات مظاہر قدرت، دینی نظریات اور سائنٹیفک عوامل کا عرفان نہ ہو۔

Marfat.com

تواضع

تواضع اردو میں عام طور پر خاطر و مدارات کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے مثلاً زید نے اپنے مہمان خالد کی بہت تواضع کی۔ کبھی کبھی اردو میں یہ لفظ طنز و تضحیک کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لطیف نے اپنے دشمن کی سر بازار ڈنڈوں سے خوب تواضع کی۔ لیکن اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زبان عربی میں "تواضع" بہت پاکیزہ لفظ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں یہ لفظ ہمیشہ انکسار و فروتنی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس کی ضد استکبار یا تکبر ہے۔

تواضع یا انکسار و خاکساری میں شان عبدیت کی پوری جھلک ہے اور اس کے مقابلے میں تکبر شان ربوبیت یا شانِ کبریائی کا مظہر ہے۔ اور یہ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے زیبا ہے جو کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کے قبضہ میں مخلوق کی زندگی بھی ہے اور موت بھی۔ عزت بھی ہے اور ذلت بھی ہے۔ تو سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ع

کبر زیبا ہے فقط خالق یکتا کے لئے

قرآن مجید اور حدیث میں تواضع یعنی انکسار و خاکساری کی جا بجا بہت ترغیب دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بندہ ہے۔ وہ خاک سے پیدا کیا گیا ہے اور ایک دن خاک میں مل جائے گا۔ بندے کا حسن و کمال یہی ہے کہ اس کے ہر قول اور ہر عمل سے بندگی و خاکساری یا

Marfat.com

کتاب و سنت کی اصطلاح میں تواضع ظاہر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیت ۳۵ میں اپنے جن بندوں اور بندیوں کو اجر عظیم کا مستحق قرار دیا ہے ان کی ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ جھکنے والے اور جھکنے والیاں ہیں۔ یعنی اجر عظیم کے ان مستحق بندوں اور بندیوں کے قلوب تواضع و انکسار سے لبریز اور تکبر و غرور نفس سے پاک ہیں۔ انہیں اپنی شانِ بندگی کا پورا احساس و شعور ہے۔ ان کی روح بھی اپنے رب کے حضور میں جھکی رہتی ہے اور ان کے قلوب بھی وہ اللہ کے بندوں سے فروتنی و تواضع کا برتاؤ کرتے ہیں اور بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر ان خطاکار لوگوں کا رویہ اختیار نہیں کرتے جن کے دل خدا کے خوف سے بے نیاز ہیں اور اس علم و یقین کے باوجود انہیں ایک دن زمین کا پیوند ہونا ہے فانی دنیا میں فرعون بنتے اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

سنن ابو داؤد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے "اللہ نے میری طرف وحی فرمائی ہے اور حکم بھیجا ہے کہ تواضع یعنی خاکساری اختیار کرو جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص کسی پر زیادتی نہ کرے اور کوئی شخص کسی کے مقابلے میں فخر نہ کرے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں بہ معنی عجز و انکسار جو اصل لفظ استعمال ہوا ہے وہ ان تواضعوا ہے۔

سورۂ شعراء کی آیت ۲۱۵ میں اللہ تعالےٰ اپنے رسول برحق کو مومنوں کے ساتھ فروتنی سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔

مسلم شریف کی روایت کے مطابق فرمایا اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے — صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی۔ عفو و درگذر کرنے

Marfat.com

والے کو اللہ کی بارگاہ سے عزت نصیب ہوتی ہے۔ اور جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اس کے درجے کو بلند فرماتا ہے اس حدیث شریف میں انکسار و فروتنی کی تاکید کے لیے جو الفاظ استعمال فرمائے گئے وہ یہ ہیں:۔ وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ ۔

بیہقی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس نوعیت کی حدیث زیادہ وضاحت کے ساتھ روایت کی گئی ہے یعنی حضرت عمر فاروق رض نے ایک دن خطبہ میں برسر منبر ارشاد فرمایا " یا ایھا الناس تواضعوا " یعنی اے لوگو! فروتنی و خاکساری اختیار کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ فرماتے تھے جس نے اللہ کے لئے یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر تواضع یا خاکساری کا رویہ اختیار کیا تو اللہ تعالےٰ اس کو بلندی عطا فرمائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا وہ اپنے آپ کو چاہے کتنا ہی فروتر سمجھے لیکن عام بندگانِ خدا کی نظر میں اس کا مرتبہ بلند ہوگا اور جو شخص تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا اللہ اسے نیچے گرا دے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو لاکھ بڑا سمجھے لیکن عوام کی نظر میں وہ کتّے اور سور سے بھی زیادہ بے وقعت ہوگا۔"

ذرا بھی غور کیجیے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی بندگی کی شان اور اس کا حسن تواضع یا انکسار میں ہے یہی وہ چیز ہے جو علاقائی عصبیت کو ختم کر کے اسلام کی عالمگیر اخوت کے جذبے کو اجاگر کرتی ہے معاشرے کو بغض کینہ اور حسد جیسی وباؤں سے محفوظ رکھتی ہے قوم کو استحکام عطا کرتی ہے۔ اونچ اور نیچ کا منحوس امتیاز فنا ہو جاتا ہے اور مساوات محمدیؐ پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ تواضع کا رویہ ترک کرنے کی آخر کوئی وجہ مجاز ہو۔ علاقائی و نسلی

Marfat.com

امتیاز یا امیر و غریب کی تفریق کسی کے بلند یا حقیر ہونے کی دلیل تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب بندے برابر ہیں اور کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کی گردن میں اللہ کی حاکمیت کا طوق نہ پڑا ہو۔

اللہ تعالیٰ سورۂ حجرات کی تیرہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے پھر تمہارے مختلف گروہ اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کر سکو اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو"

گویا تخلیق انسانیت کی روح مساوات ہے اور نسلی، علاقائی یا لسانی امتیازات کا مقصد یہ نہیں کہ کسی ایک خاص قوم یا علاقہ کو کسی دوسری قوم یا علاقے والے پر فضیلت حاصل ہو گئی بلکہ یہ امتیاز تو محض باہمی شناخت کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عہدے۔ منصب اقتدار دولت یا علمی کتابیں رٹ لینے سے کوئی بڑا آدمی نہیں بن سکتا بلکہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق ایسا شخص اپنے آپ کو چاہے جتنا ہی سربلند سمجھے۔ عوام کی نظر میں حقیر و ذلیل رہے گا۔ اللہ تعالیٰ بصیر و علیم ہے اس کی نظر میں اور اس کے علم میں حقیقی عزت و اکرام کا مستحق وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اپنی گردن میں اس کی بندگی کے طوق کو زندگی کی سب سے بڑی متاع سمجھے۔ کسی کو اپنے سے حقیر نہ سمجھے۔ ہر شخص سے چاہے وہ کتنا ہی غریب ہو تواضع۔ فروتنی اور انکسار کا برتاؤ کرے۔ اگر خدا نے طاقت دی ہے تو کسی ضعیف کو، اگر دولت سے نوازا ہے تو کسی غریب کو اگر اقتدار بخشا ہے تو کسی حاجت مند فریادی کو اور اگر علم کی نعمت سے مالا مال کیا ہے تو کسی کم علم کو حقیر نہ سمجھے۔

Marfat.com

کون سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیقی قرب اور قدر و منزلت کسے حاصل ہے، کسی صاحب منصب وجاہ کو یا بھکاری فقیر کو۔ دولت سے کھیلنے والے کو یا روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے کے لئے ترسنے والے فاقہ کش کو۔ کسی پیکر تقدس عالم کو یا خدا سے ڈرنے والے اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنے والے ان پڑھ جاہل کو اللہ تعالیٰ سورۃ نجم کی آیت ۳۲ میں فرماتا ہے۔

ترجمہ۔ ”تم اپنے آپ کو مقدس نہ سمجھو۔ تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں پاکباز کون ہے“۔

ابلیس، آخر کیوں راندۂ درگاہ ہوا؟ کیا اس نے پروردگار کی عبادت میں کوئی کمی کی تھی؟ اسی شان بندگی کے طفیل تو اسے فرشتوں کی صف میں جگہ ملی تھی۔ جب تک وہ تواضع کے مسلک پر کاربند رہا اسے اللہ تعالےٰ کے دربار میں تقرب کا درجہ حاصل رہا۔ لیکن جب وہ بندہ و مخلوق ہونے کے باوجود تواضع و فروتنی کی شرط اول سے دستبردار ہوا۔

خلقت کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے سے حقیر سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں کہ مٹی سے پیدا کئے جانے والے آدم کو سجدہ کیا جائے آگ سے پیدا کئے جانے والے ابلیس نے اپنی توہین سمجھا تو وہ ہمیشہ کے لئے مردود قرار پایا اور۔

سورۂ اعراف کی تیرہویں آیت کے مطابق اللہ نے شیطان کو حکم دیا

(ترجمہ) ”تو یہاں (یعنی بہشت سے) نیچے اتر جا، تجھے یہاں اپنی بڑائی پر گھمنڈ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ تو درحقیقت اُن لوگوں میں سے ہے جو اپنی ذلت خود چاہتے ہیں“۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی میں جابجا تواضع و فروتنی پر کاربند رہنے اور

Marfat.com

جباروں اور متکبروں کے طریقے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ اس پر عمل کرنے کی بہترین مثال ہے۔

آپ کی شان اقدس واعلیٰ میں اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس روحانی عظمت و جلال کے علاوہ آپ دنیوی لحاظ سے ایک ایسے فرمانروا بھی تھے جس کی مملکت کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا تھا لیکن حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ دربار نبوت آراستہ ہے، امرائے قریش اور غربائے عرب ایک ہی انداز سے پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں۔ سرکار دوعالم کے لئے کوئی مسند نہیں۔ غالیچہ نہیں۔ گاؤ تکیہ نہیں۔ کوئی امتیازی نشست نہیں۔ پھٹے پرانے بوریہ پر سب کے ساتھ رونق افروز ہیں۔ باہر سے وفد آتا ہے۔ دربار نبوت میں پہنچکر ششدر رہ جاتا ہے کہ اس جماعت میں نبی کون ہے اور امتی کون، امیر کون ہے اور متبع کون۔ وفد کا قائد حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ اے مسلمانو! بتاؤ اس محفل میں تمہارا امیر کون ہے؟

مساوات محمدی کا دم بھرنے والو! آج تم میں کتنے ارباب جاہ ایسے ہیں کتنے ارباب علم ایسے ہیں۔ کتنے وی۔ آئی۔ پی ایسے ہیں جنہیں ہزاروں کے مجمع میں دور سے دیکھ کر ہی نہ پہچان لیا جائے کہ وہ رونق افروز ہیں۔ بڑے آدمی صاحب! ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع تو یہ تھی کہ ؛۔

بخاری شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک کی دو روایتوں کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب گلیوں میں بچے کھیلتے نظر آتے تو انہیں سلام کرنے میں سبقت فرماتے۔ اور مدینہ منورہ کی جس چھوکری کو کام ہوتا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ لیتی اور اپنے کام کے لئے

Marfat.com

جہاں چاہتی لے جاتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کرام و جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان تواضع کا یہی عالم تھا۔ دنیا کی سب سے بڑی مملکت کی مسند خلافت پر رونق افروز ہیں اور اپنی پشت مبارک پر اناج کی بوریاں لاد کر غریبوں کے گھروں پر پہنچا رہے ہیں۔ کسی بدوی کے ہاں وضع حمل کا وقت آتا ہے اور امیر المومنین یعنی دنیا کی سب سے بڑی مملکت کے فرمانروا کو علم ہوتا ہے کہ اس نازک موقع پر بدوی کی بیوی جھونپڑی میں تنہا ہے تو دایہ گری کے فرائض انجام دینے کے لئے اپنی رفیقہ حیات کو بھیج دیتے ہیں۔ کیا تواضع و انکسار اور فروتنی کی ایسی حیرت انگیز مثالیں دوسری قوموں کی تاریخ میں دستیاب ہو سکتی ہیں؟ اس سلسلہ میں ایک نکتہ قابل غور ہے اور اس سے اسلام میں تواضع و فروتنی کی صحیح عکاسی ہوتی ہے۔

ایک متفق علیہ حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ جنتی وہ شخص ہے جس کی سرشت میں تواضع ہو اور اتنا عاجزانہ رویہ رکھے کہ لوگ اسے کمزور سمجھتے ہوں۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان جسمانی اعتبار سے کمزور اور مالی اعتبار سے نادار و قلاش ہو کر تواضع و فروتنی اختیار کرے۔ بلکہ ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

اسلام کے نقطۂ نظر سے اصلی تواضع یا حقیقی انکسار یہ ہے کہ انسان جسمانی سیاسی، اقتصادی اور روحانی بلندیوں پر پہنچ کر تواضع پر عمل کرے۔ اسلام اگر بہت زیادہ غرور اکڑ کر چلنے کی ممانعت کرتا ہے تو یہ بھی نہیں کہتا کہ انسان جھوٹا انکسار دکھانے کے لئے سر جھکائے۔ گرتا پڑتا لڑکھڑاتا مُردوں کی چال چلے۔ اصلی انکسار اور

Marfat.com

حقیقی تواضع وہ ہے جس کا اظہار طاقت واقتدار، منصب وجاہ کی حالت میں کیا جائے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ اپنی پشت مبارک پر اناج کی بوریاں لاد کر غریبوں کے گھر پہنچاتے تھے مگر جھوٹے انکسار سے کس قدر متنفر تھے اس کا ایک واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے سنیئے:۔

ام المومنینؓ نے ایک شخص کو دیکھا بہت خستہ حال۔ گرتا پڑتا لڑکھڑاتا۔ مریل چال چل رہا ہے۔ دریافت فرمایا یہ کون شخص ہے۔ عرض کیا گیا بہت تواضع پسند عبادت گزار جوان ہے۔ دن رات قرآن شریف کی تلاوت اور عبادت الٰہی میں گزارتا ہے، چال ڈھال میں بھی انکسار و فروتنی سے کام لیتا ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا یہ شخص امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے زیادہ تواضع و فروتنی کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ قرآن مجید کے قاری اور عبادت گزار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن حضرت فاروق اعظم تو قاریوں کے سردار اور عبادت گزاروں کے سرتاج تھے لیکن انہوں نے ایسی مریل تواضع تو کبھی ظاہر نہیں کی جب چلتے تھے تو زمین پر قدم جما کر چلتے تھے۔ بولتے تھے تو قوت سے بولتے تھے اور جب احکام شریعت کی تعمیل میں کسی کی پٹائی کرتے تو خوب پیٹتے تھے۔

Marfat.com

میانہ روی

اسلام میں مسلمانوں کو امت وسطیٰ کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ یوں تو یہ لفظ بہت وسیع المعانی ہے لیکن اس کی جامع و مختصر تعریف سے مراد وہ ملت ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں افراط و تفریط سے بچ کر میانہ روی یا درمیانی راستے پر قائم رہے۔

اسلام سے پیشتر متعدد قوموں نے اگر مذہب کی جانب رجحان بڑھایا تو اس قدر شدت و غلو پر کاربند ہوئیں کہ دنیا سے تمام تعلقات منقطع کر لیے ویران جنگلوں، پہاڑوں اور خانقاہوں میں دھونی رمائی اور تجرد و رہبانیت کی غیر فطری زندگی اختیار کر لی۔ دوسری جانب اگر ان قوموں کو دنیا کی طلب ہوئی تو قوم اور معاشرے کے سارے بنیادی حقوق فراموش کر کے دولت کی پجاری بن گئیں۔

لیکن اسلام زندگی کے ہر شعبے میں چاہے اس کا تعلق دنیا سے ہو یا دین سے غلو و شدت سے روکتا اور لوگوں کو تمام معاملات میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ کی ۱۲۵ آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ”اللہ کو دینی احکام میں تمہارے لیے آسانی منظور ہے وہ تمہیں دشواری میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔“

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دین میں میانہ روی اختیار کرو۔ اور اپنے

Marfat.com

طاقت کے مطابق عمل کرو۔ صبح کو چلو عبادت کے لیے۔ اور شام کو اور کچھ رات کے آخری حصے میں میانہ روی اختیار کرو۔ میانہ روی اختیار کرو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا۔ دو ستونوں کے درمیان ایک رسّی بندھی ہوئی ہے۔ دریافت فرمایا یہ کیسی رسّی ہے؟ ایک خاتون کا نام لے کر عرض کیا گیا کہ یہ ان کی رسی ہے۔ جب وہ رات بھر نماز پڑھتی پڑھتی تھک جاتی ہیں تو اس رسّی سے لٹک جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رسّی کھول کر پھینک دی جائے اور ارشاد فرمایا۔ صرف اتنی دیر تک نماز پڑھو جب تک جسم میں چستی باقی رہے اور جب تھک جاؤ تو سو رہو۔

اسی طرح ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے متفق علیہ روایت ہے کہ فرمایا رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اسے نیند محسوس ہو تو سو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مشہور و ممتاز صحابی کے بارے میں اطلاع دی گئی کہ وہ مستقل طور پر دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور ساری رات نماز پڑھتے ہیں۔ حضورؐ نے انہیں بلا کر ممانعت فرمائی اور میانہ روی کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "تم روزہ بھی رکھو اور روزہ ترک بھی کرو۔ رات میں تہجد کی نماز بھی پڑھو اور آرام بھی کرو۔ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے۔ آنکھوں کا بھی حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تمہارے مہمانوں کا بھی حق ہے۔

عبادت میں میانہ روی کی تعلیم و تاکید سے مقصد یہ تھا کہ مسلمان صرف نماز اور روزے ہی کو زندگی کا پہلو اور آخری ماحصل یقین نہ کر لیں۔ بلکہ اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھیں کہ ان پر صرف اللہ ہی کے نہیں بلکہ بندوں کے بھی کچھ

Marfat.com

حقوق ہیں۔ اگر انہوں نے عبادت میں میانہ روی اختیار نہ کی اور انتہائی غلو و شدت سے کام لیا تو وہ دنیا کے کام کس طرح انجام دے سکیں گے۔ اور قوم و معاشرے کی جانب سے ان پر جو حقوق عاید ہوتے ہیں اُن سے عہدہ برآ ہونے کی صورت کیا ہو گی۔؟

اسلام صرف چند رسمیات و شعائر کا مجموعہ نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے وہ دین و دنیا کے معاملات میں ایسی میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے جس پر کاربند ہو کر ایک مسلمان اپنے اللہ کے حقوق بھی خیر و خوبی کے ساتھ انجام دے سکے اور بندگان خدا کے حقوق بھی۔

اسلام میں دولت کمانا ناجائز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابی رضہ اس زمانہ کے معیار کے مطابق دولت مند تھے۔ اور تجارت وغیرہ کے ذریعہ روپیہ کماتے تھے۔ شریعت کے احکام کا ایک بڑا حصہ تجارت اور مالی معاملات سے بھی متعلق ہے اور ایماندار تاجروں کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

اسلام نے دین اور بندگان خدا کی خدمت وغیرہ کے لئے روپیہ کمانے کو کار ثواب قرار دیا ہے۔ لیکن وہ جس چیز کی سختی سے ممانعت کرتا ہے وہ ہے دولت کی ہوس۔ دولت کی پوجا اور دولت کے انبار۔ جو لوگ دولت کماتے ہیں محض دولت کا انبار لگانے کی ہوس میں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں "عذاب الیم" کا مژدہ سناتا اور فرماتا ہے کہ جو دولت اللہ کی راہ میں خرچ نہ کی جائے اسے قیامت کے دن جہنم کی آگ پر تپا کر سرمایہ پرستوں کے منہ، پہلو اور پیٹھوں کو داغ کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

ترجمہ: "جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لئے اچھی ہے۔ نہیں یہ ان کے حق میں بہت بری ہے۔ وہ جو کچھ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہ قیامت کے دن ان کی گردن کا طوق بن جائیگا۔"

اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اسلام کا حکم ہے کہ والدین۔ غریب رشتہ داروں، مسافروں، مسکینوں یتیموں، بیواؤں اور دوسرے نادار و محتاج بندگان خدا کی امداد پر کشادہ دلی سے روپیہ خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالی یہاں تک ارشاد فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے کسی غریب بندے کی مدد کرتا ہے تو گویا وہ خود اپنے پروردگار کو قرض حسنہ دیتا ہے جسے بڑھا چڑھا کر ادا کرنا اللہ تعالے کے ذمے ہے۔ لیکن غریب بندوں کی امداد یا خود رب کریم کو قرض حسنہ دینے کے معاملے میں بھی میانہ روی کی تاکید کی گئی ہے۔

اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی یہ تعریف الفرقان کی ۶۷ آیت میں کی گئی ہے۔

ترجمہ: "وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ ان کا خرچ درمیانہ ہوتا ہے"

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ترجمہ: "رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین و مسافر کو اسکا حق۔ اور فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے"

اسی سورت کی ۲۹ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

Marfat.com

ترجمہ: "نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اُسے بالکل کھلا چھوڑ دو کہ درماندہ و ملامت زدہ بن کر رہ جاؤ۔"

اللہ پاک کے ارشادات کا مقصد یہ ہے کہ انسان روپیہ کمائے لیکن بخیلی کا بریک لگا کر دولت کی مشینری کی گردش روکے نہیں۔ اپنی جائز ضروریات مثلاً کھانا، پینا، رہنا سہنا، اہل و عیال کی پرورش و کفالت وغیرہ پوری کرنے کے بعد اپنے رشتہ داروں۔ دوستوں۔ اور معاشرے کے غریب افراد کی امداد میانہ روی کے ساتھ کرے۔ نہ تو دولت کا ناگ بن کر بیٹھ جائے۔ نہ جھوٹی نمود و نمائش پر دولت کو جو اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے پانی کی طرح بہا کر شیطان کا بھائی یعنی کافر نعمت بن جائے۔ اور نہ دوستوں اور عزیزوں میں اپنی آخری پائی بھی خرچ کر کے خود بھکاری بن جائے۔ دوسروں کے لئے بوجھ بن جائے اور اپنے اہل و عیال کو فاقے مرنے کے لئے چھوڑ دے۔

اسلام ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ایسا عملی ضابطہ حیات ہے جس کا مقصد انسانیت کو انتہائی بلندیوں تک پہنچانا اور اخلاقی قدروں کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرنا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ انسان اچھا کھائے نہیں۔ اچھا پہنے نہیں۔ دنیا کی ساری نعمتوں اور راحتوں کو اپنے اوپر حرام کر لے، گندے اور سڑے مکانوں کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بوریئے کے پھٹے ٹکڑے بچھا کر "شب بیداری" کے مزے لوٹے۔ یعنے پرانے کپڑے پہن کر سادہ لوح دنیا والوں پر اپنے نمائشی زہد کا جھوٹا نقش جمائے۔ بلکہ اسلام تو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ نے تمہیں اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے تو اس کے فضل و کرم کو ظاہر کرو۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جائز طریقہ سے روپیہ کماؤ۔ اللہ کے عطا کردہ پاک پیسے کو نعمت سمجھو۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے کے لئے روپیہ مستحق بندگان خدا کی امداد

Marfat.com

اور معاشرے کی خدمات پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرو، خود اپنی حیثیت کے مطابق صاف ستھرے مکان میں رہو۔ صاف ستھری پوشاک پہنو۔ اہل وعیال پر اپنی حیثیت کے مطابق کشادہ دلی سے خرچ کرو۔ بچوں کو اچھی تعلیم دلاؤ اور انہیں ملک کا کارآمد شہری بناؤ۔

ہاں اگر اللہ تعالیٰ سورۃ انعام میں جو ممانعت فرماتا ہے تو اس بات کی۔

ترجمہ:۔ "مال برباد نہ کرو۔ اللہ بے جا مال اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اسلام جائز آمدنی کے مطابق مناسب صاف ستھری زندگی بسر کرنے سے منع نہیں فرماتا۔ مگر یہ پسند نہیں کرتا کہ میانہ روی کو ترک کر کے اسراف بیجا کو زندگی کا نصب العین قرار دیا جائے۔

عالیشان محل بنا کر ہزاروں غریب بندگاں کی شکستہ جھگیوں کا منہ چڑایا جائے۔ نمود و نمائش کے ناپاک جذبہ کے تحت بہت زیادہ قیمتی پوشاک پہن کر غریبوں کے پھٹے پرانے چیتھڑوں کا مذاق اڑایا جائے۔ قیمتی سے قیمتی کاروں کی نگہداشت اور پیٹرول وغیرہ پر ہزاروں روپیہ ماہوار خرچ کر کے اُن غریب بچوں اور بچیوں کے زخموں پر نمک نہ چھڑکا جائے جن کی جیب میں اسکول تک جانے کے لئے بس کا کرایہ ادا کرنے کی گنجائش بھی برائے نام ہوتی ہے۔ اسلام یہ کبھی گوارا نہیں کرتا کہ اس کے ہزاروں لاکھوں بندوں کے پاس تو بچھانے کے لئے بوریئے کے پھٹے پرانے ٹکڑے بھی نہ ہوں اور ایک شخص اپنی عالیشان کوٹھی کی آرائش، بیش قیمت نوادر، مصوری کے انمول شاہکار اور بیش بہا قالینوں کی خریداری پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہائے۔

ایسے لوگ جو میانہ روی کو خیرباد کہہ دیں یقیناً شیطان کے بھائی ہیں

Marfat.com

میانہ روی کو ترک کرنے اور اسراف بیجا کا طوقِ لعنت گلے میں ڈالنے کا نتیجہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو قوم و معاشرے کے ان گنت افراد میں مایوسی و انتشار بڑھے اور دوسری طرف اسراف بیجا کرنے والے چند افراد کے دلوں میں دولت کی حرص زیادہ بڑھے۔ وہ حیثیت سے کہیں زیادہ مصارف پورے کرنے کے لئے ناجائز ہتھکنڈے استعمال کریں اور قوم و معاشرے کی بنیادوں میں کھوکھلا پن روز بروز بڑھتا جائے۔

Marfat.com

صبر و رضا

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حق ہے کہ ہم زمانے کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں انسان کی زندگی کبھی ایک حال پہ نہیں گزرتی اس میں محض ایک دریا کی پرسکون روانی نہیں بلکہ اس میں سیلاب بھی ہے اور تموج بھی۔ طوفان بھی ہے اور گرداب بھی کبھی انسانی زندگی میں عیش و آرام کی ٹھنڈی روح پرور ہوائیں چلتی ہیں اور کبھی غم و ناکامی کی باد سموم امیدوں کے ہرے بھرے گلشن کو جھلسا دیتی ہے۔ کبھی عزت و اقتدار کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور کبھی ذلتوں اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں۔ مرد مومن کی پہچان یہ ہے کہ اگر قسمت کا ستارہ خانہ شرف میں ہو تو اپنے عروج و اقتدار کو ذاتی جدوجہد کا نتیجہ سمجھ کر پندار سے مخمور نہ ہو جائے بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کے دربار کی ادنیٰ خیرات سمجھ کر شکر ادا کرے اور اپنے اثر و رسوخ اور مال و زر کو پروردگار کی رضا و خوشنودی کے لئے وقف کر دے۔ اگر آلام و مصائب کے گرداب میں پھنس جائے تو یاس و سراسیمگی کا شکار نہ ہو۔ بلکہ ناسازگار حالات کا مقابلہ صبر سے کرے اور دل کو اس شمع یقین سے روشن رکھے کہ یہ سب کچھ حکم خدا سے ہے۔ جس نے یہ دکھ دیا ہے وہی اسے دور بھی فرمائے گا۔ اس سلسلے میں ایک باریک نکتہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ صبر و رضا کی دو قسمیں ہیں (۱) مصنوعی اور (۲) حقیقی۔ ایک انسان اپنے رب کی عطا کردہ صلاحیتوں سے صحیح کام نہیں لیتا۔ نت نئی سیاہ کاریوں کے ذریعہ اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ قوم و معاشرہ یعنی

Marfat.com

اللہ کی عیال کے لئے عذاب بن جاتا ہے۔ سرکشی اور ہٹ دھرمی کو زندگی کا ماحصل سمجھ کر اسلامی اقدار و تعلیمات کو پامال کرتا ہے اور جب منتقم حقیقی کی پکڑ میں آجاتا ہے تو ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہتا ہے۔ اللہ کی مرضی۔ وہ جس حال میں رکھے اس کا شکر ہے۔ یا ایک شخص صحت کے اصولوں کو ٹھکرا کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاتا ہے اور کمزور مار کھانے کی نشانی جیسی پرانی ضرب المثل کو بھول کر کسی طاقتور آدمی سے خواہ مخواہ الجھ پڑتا ہے اور جب پٹائی ہو جاتی ہے تو کہتا ہے "اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ"

یقین فرمایئے کہ یہ صبر و رضا کی جھوٹی مثال ہے۔ اسلام جس حقیقی صبر و رضا کی تعلیم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ بندہ مومن اس دنیا کو حق و باطل کی جنگ کا مستقل میدان سمجھے۔ عدل و صداقت کے پرچم کو سربلند رکھنے اور ظلم و ستم کی کلائی توڑنے کے لئے اپنی روحانی۔ مادی۔ جسمانی، ذہنی اور دفاعی قوت میں روز بروز اضافہ کرے۔ ہدایت و رحمت کے نور حقیقی یعنی کتاب و سنت کی شمع فروزاں کو ظلم و استحصال کے جھونکوں سے بچانے کے لئے فانوس بن جائے۔ حق و باطل کے میدان جنگ میں اللہ کا سپاہی بن کر بے دھڑک کود پڑے۔ باطل کی قوتوں کا پوری ہمت و طاقت سے مقابلہ کرے۔ اس مقدس راہ میں جو دشواریاں۔ جو تکلیفیں اور جو مصیبتیں حائل ہوں ان کا مقابلہ بھرپور صبر و ہمت سے اس علم و یقین کے ساتھ کرے کہ حق و باطل کی جنگ میں آخری فتح مبین حق کے قدموں پر نثار ہوگی اور اگر اس میدان کارزار میں کسی عارضی ناکامی کا سامنا ہو تو مایوس و بددل نہ ہو بلکہ اسے رضائے خداوندی سمجھ کر ہتھیار نہ ڈالے بلکہ دوبارہ نئے جوش و خروش کے ساتھ میدان میں اترے اور یقین کامل رکھے کہ یہی عارضی ناکامی ایک دن آخر کامیابی کا سبب بن جائے گی۔ یاد رکھئے۔ اسلام پھولوں کی سیج نہیں بلکہ

Marfat.com

۵

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اللہ تعالیٰ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض اتنا کہنے پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے، اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ہم ان لوگوں کی بھی آزمائش کر چکے ہیں جو پہلے گزر گئے۔"

قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق و باطل کی جنگ میں صبر و رضا کا امتحان قدیم سُنت الٰہیہ ہے جس سے گزشتہ امتوں کو بھی گزرنا پڑا۔ آخری امتِ مصطفوی کی حیثیت سے ہم کو بھی ہر دور میں گزرنا پڑیگا۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل واضح ہے۔

(ترجمہ) "تمہیں جان و مال کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی"

حق و صداقت کی راہ میں جن کڑی آزمائشوں سے گزشتہ امتوں کو گزرنا پڑا اور ہمیں آخری امت کی حیثیت سے گزرنا پڑیگا، ان میں زندگی کے آخری سانس تک ثابت قدم رہنا ہی حقیقی صبر و رضا کا دوسرا نام ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور کفر و باطل کے سنگ دل پجاریوں کے ہاتھوں مٹھی بھر حق پرستوں کو ہولناک غیر انسانی مظالم کا سامنا کرنا پڑا۔ صحرائے عرب کی تپتی ہوئی چٹانوں پر برہنہ جسم لٹا کر کوڑے برسائے گئے۔ مظلوم ستم رسیدہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی بوڑھی ماں حضرت سُمیّہ رض کی ٹانگیں چیر کر جسم کے دو ٹکڑے کئے گئے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخموں سے لہولہان کیا گیا۔ جنگ احد میں دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ عم رسول حضرت امیر حمزہ سید الشہدار رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کا سینہ چاک کر کے کلیجہ دانتوں سے چبایا گیا۔ لیکن

Marfat.com

صبر و رضا کی ارفع و اعلیٰ منزل ہیں ان عظیم قربانیوں کو بھی کم سمجھا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت خبابؓ بن ارث رضی اللہ عنہ کو آگ کے دھکتے انگاروں پر لٹا کر گھسیٹا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی پیٹھ کی چربی باہر نکل آئی تھی۔

ایک دن خبابؓ بن ارثؓ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پیٹھ کی دردناک حالت دکھائی۔ بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"جو ایمان والے تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان پر تو اس سے زیادہ مظالم ڈھائے گئے۔ کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر بٹھایا جاتا تھا اور سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے۔ اور کسی کے جوڑوں پر لوہے کے کنگھے گھسے جاتے تھے کہ وہ حق سے باز آ جائے۔ خدا کی قسم یہ کام (یعنی حق کی تبلیغ) تو پورا ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک شخص صنعاء (موجودہ شمالی یمن کا دارالحکومت) سے حضر موت تک تنہا سفر کریگا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا"

دیکھ لیں آپ نے حقیقی صبر و رضا کی چند جھلکیاں۔ اور سن لیا آپ نے مخبر صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ ارشاد کہ حق و باطل کی جنگ میں آخری فتح انہی مجاہدان حق پرست کے قدم چومے گی جو اسلام کے لوائے عظمت کو سربلند رکھنے کے لیئے کسی قربانی کو قربانی نہیں سمجھیں گے۔ اور صبر و رضا کے خارستانوں کو پھولوں کی سیج سمجھ کر مردانہ وار گزر جائیں گے۔

آمریت و مطلق العنانی کے طلسم کو توڑنے اور اللہ کے بیشمار بندوں کو ایک فرد کی غلامی سے بچانے کے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سید الشہداء حضرت امام حسینؓ نے اپنے صرف ۷۲ رفیقوں کے ساتھ اس زمانہ کی عظیم ترین سلطنت

Marfat.com

سے ٹکرا کر صبر و رضا کی جو تابناک مثال قائم کی وہ حق پرستوں کے لئے قیامت تک مشعل راہ ثابت ہوگی۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے

قتلِ حسین اصل میں مرگ یزید ہے !

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ابن ماجہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اعلان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :-

جو صاحب ایمان بندہ کسی مصیبت یا تکلیف پہنچنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب کے لئے صبر کریگا تو اس کو پروردگار جنت عطا فرمائے گا اور اس کے صبر و راضی برضا رہنے کے صلے میں اللہ تعالےٰ جنت سے کم درجے کی کوئی چیز دینا پسند نہیں فرمائے گا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے صبر و رضا کے ذریعہ اللہ اور بندے کے درمیان اس قدر مقدس و پرمحبت رابطہ قائم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

سورہ البقرہ میں ایمان والوں کو صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالےٰ سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے اس میں یہ بتاتے ہوئے کہ ایمان والوں کی قوت صبر و رضا کا امتحان کن کن چیزوں سے لیا جائے گا۔ آزمائش میں کامیاب ہونے والوں کو تین چیزوں کی بشارت دی گئی ہے۔

(۱) ان پر اللہ کی خاص نوازش ہوگی، (۲) وہ رحمت سے نوازے جائیں گے

(۳) وہ ہدایت یاب ہوں گے۔

رمضان المبارک وہ مقدس مہینہ ہے جس میں ایمان والوں کو صبر و رضا کی عملی تربیت دی جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ میں پروردگار نے ایمان والوں کو مخاطب فرما کر رمضان المبارک کے روزے فرض کئے جانے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ :-

Marfat.com

(ترجمہ) "تاکہ تم لوگ تقویٰ شعار بن جاؤ۔"

تقویٰ عربی زبان میں ایک جامع لفظ ہے جس کی تشریح بزرگانِ دین نے مختلف پیرایوں میں کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ مکمل طور پر اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار ہو جائے اور اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کو رضائے الٰہی کے تابع کر دے۔

روزہ کے معنی صرف یہ نہیں کہ انسان سحری کے آخر وقت سے افطار کے وقت تک کچھ کھائے پیئے نہیں اور دوسری خواہشات کی پیروی کرتا رہے۔ فاسد خیالات سے قلب و دماغ کی تاریکی بڑھائے اور زبان کو گناہوں سے آلودہ کرے۔

ایسے نام نہاد روزہ کی حیثیت تو محض فاقے کی ہے اور ایک حدیث نبوی کے مفہوم کے مطابق اللہ کو ایسے روزے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بارگاہ الٰہی میں روزہ وہی مقبول ہے جو مشک سے بہتر بو اسی روزہ دار کے منہ سے آئے گی۔

جنت الفردوس کے ایک مخصوص دروازے سے صرف وہی روزہ دار داخل ہوں گے جو ضبط و صبر کا زندہ مجسمہ بن جائیں اور اپنی تمام جسمانی و نفسانی خواہشات بلکہ خیالات کو بھی رضائے الٰہی کے تابع کر دیں۔

رمضان المبارک میں ضبط و صبر کی کتنی اچھی تربیت ہے کہ سخت سردی یا گرمی کا موسم ہے۔ بندۂ مومن کے پاس موسمی شدائد کا مقابلہ کرنے کے لئے اعلیٰ ساز و سامان ہے۔ بہترین غذائیں ہیں ایک سے ایک مفرح شربت ہیں۔ جو چاہے کھائے جو چاہے پیئے کوئی دیکھنے والا نہیں۔ کوئی پرسش کرنے والا نہیں لیکن بندہ مومن کسی دباؤ کے بغیر کھانے پینے کی ہر چیز سے باز رہتا ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے غیظ و غضب کے جذبے کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ زبان کو قابو میں

Marfat.com

رکھتا ہے۔ غیبت و بدگوئی سے بچتا ہے۔ غرضکہ کھانا، پینا ترک کرنے کے
ساتھ نفسانی خواہشات کے ایک ایک آبگینے کو رضائے الہٰی کے آستانہ پر چکنا
چور کر دیتا ہے اور اس راہ کی دشواریاں صبر و شکر سے برداشت کرتا ہے۔

Marfat.com

سادہ زندگی

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو غیر ضروری تکلفات سے بچنے اور سادہ زندگی اختیار کرنے کی بہت تاکید کی ہے، دنیا کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اکثر عظیم الشان سلطنتوں اور طاقت ور قوموں کے برباد ہونے کی ایک بہت بڑی وجہ عیش و عشرت کی زندگی رہی ہے، بہت سی پچھلی قومیں جو سادگی کے گہوارے میں پیدا ہوئی تھیں، اور جنہوں نے میدانوں اور بیابانوں کی گود میں پرورش پائی تھی، فاتح بن کر دنیا کے بڑے حصوں پر چھا گئیں، اور پھر عیش و عشرت میں پڑ کر بے نشان ہو گئیں۔ اسلام لوگوں کو پستی اور پسماندگی سے نکالنے آیا ہے اس نے اپنے ماننے والوں کو ان تمام باتوں سے روکا ہے، جو انسان کو ذلت اور تباہی کے غار میں گرانے والی ہیں، اور ان باتوں کی تاکید کی ہے، جن پر عمل کرنے سے انسان کے کردار میں بلندی پیدا ہوتی ہے، صبر و استقلال کے جذبات اجاگر ہوتے ہیں، ہمت بڑھتی ہے، محنت کی عادت پختہ ہوتی ہے، برداشت کی قوت نکھرتی ہے، اور مطمئن خمیر اور پُرسکون دل کے ساتھ ترقی کی منزلیں آسانی سے طے کر سکتا ہے، ترقی کا راستہ دکھانے والی باتوں میں سادہ زندگی کو بڑا درجہ حاصل ہے، رسولِ کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے :-

" جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص غیر ضروری تکلفات سے بچتا اور سادہ زندگی بسر کرتا ہے، اس کی ضرورتیں محدود ہو جاتی ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے، یعنی ایسا شخص روز بروز بڑھنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی ضرورتیں پوری کرنے

Marfat.com

کے لئے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے، قرض کے شکنجے میں گرفتار ہونے ضمیر فروشی کرنے، جھوٹ اور خوشامد کا داغ اپنی پیشانی پر لگانے اور ناجائز طور پر روپیہ کمانے پر مجبور نہیں ہوتا، وہ ضرورتوں کو اپنے وسیلوں کے اندر محدود رکھتا ہے، زندگی آرام وسکون کے ساتھ گذارتا ہے، چاہے وہ غریب ہی کیوں نہ ہو اس کی خودداری اور بے نیازی کی وجہ سے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ سورۂ تغابن میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ — جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رہا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں۔

اسلام کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو نیک کام کی ترغیب دی جائے اور برائی سے روکا جائے

اللہ تعالیٰ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ — تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے اور اچھے کام کرنے کی تاکید کرے، اور بری باتوں سے روکے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا اس حکم کی تعمیل صرف وہی شخص کر سکتا ہے، اور دوسروں کو اچھے کاموں کی تاکید کرنے اور برائیوں سے روکنے کی ہمت صرف اسی شخص کو ہو سکتی ہے، جو اپنی صاف وسادہ زندگی کی بنا پر دوسروں کے سہارے سے بے نیاز ہو، اور اس کا ضمیر مطمئن ہو، سادہ زندگی انسان کا حسن ہے، اس حقیقت کو بھول کر اگر غیر ضروری تکلفات اور عیش وعشرت کی زندگی کو اپنایا جائے، تو دولت اور جاہ واقتدار کی بھوک بڑھ جاتی ہے، ذاتی وسائل ناکافی ہونے پر انسان آئے، دن بڑھتی رہنے والی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے یا تو قرض کا بوجھ سر پر لا دتا ہے، یا ناجائز طریقوں

Marfat.com

سے روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ دونوں راستے تباہی و ذلت کے راستے ہیں۔

دولت اور نمائش کی بھوک ایک بار بڑھ جائے تو اس پر قابو پانا بہت دشوار ہوتا ہے، اور یہ بھوک بڑھتی ہی جاتی ہے، عیش پسندانہ زندگی کا ایک مرحلہ طے ہو جانے کے بعد اس سے بلند اور پھر اس سے بلند تر مرحلوں کی تلاش ہوتی ہے، اور یہ سلسلہ اس طرح درجہ بدرجہ جاری رہتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم نے کہ آدمی کے پاس اگر دولت سے بھرے ہوئے دو میدان ہوں، تو وہ ایک اور میدان کی حرص کرے گا، عیش و عشرت اور ظاہری شان و شوکت سے زندگی گذارنے کا یہی جذبہ انسان کو سماجی گناہوں کی ترغیب دیتا ہے، وہ اپنی نمائش قائم رکھنے کے لئے رشوت لیتا ہے، اسمگلنگ کرتا ہے، چور بازاری کا مرتکب ہوتا ہے، ذخیرہ اندوزی اور کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کے ذریعے اپنے ہم وطنوں اور اللہ کے بے شمار بندوں کو ایذا پہنچاتا ہے، ایسے ہی لوگ روپے کی لالچ میں اپنے ملک، قوم اور مذہب سے غداری کرتے ہیں۔

سادہ زندگی انسانیت کی روح اور اسلام کا زیور ہے، رسول اللہ نے جب حضرت معاذ بن جبل رض کو حاکم بنا کر یمن کی طرف روانہ کیا تو نصیحت فرمائی، اے معاذ تم آرام طلبی اور عیش پسندی سے بچتے رہنا۔ اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور عیش پسند نہیں ہوتے۔ بخاری و مسلم کی متفقہ رائے کے مطابق رسول کریم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ محمد کے متعلقین کی روزی بقدر کفاف ہو، یعنی روزی اتنی ہو کہ زندگی کا نظام چلتا رہے، نہ اتنی تنگی ہو کہ فاقہ زدگی و پریشان حالی کی وجہ سے متعلقہ فرائض انجام نہ دیئے جا سکیں، اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے

Marfat.com

پر مجبور ہونا پڑے، اور نہ مال و دولت کی اتنی کثرت ہو کہ انسان اللہ کو بھول جائے۔

رسول کریمؐ نے مردوں کو زیب و زینت سے بچنے اور سفید و سادہ پوشاک پہننے کی تعلیم دی ہے، خود آپکی مقدس زندگی سادگی کا بہترین نمونہ تھی، آپؐ گھر کا سارا کام کاج خود کرتے تھے، بہت ہی سادہ غذا نوش فرماتے تھے، غریبوں میں اس طرح مل جل کر بیٹھتے تھے، کہ نو وارد کے لئے یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا تھا کہ مجمع میں رسول اللہ کون ہیں؟ آپ کے اہل بیت کی زندگی بہت سادہ اور تکلفات سے بے نیاز تھی۔ یہی سادگی صحابہ کرام میں بھی موجود تھی، سادہ زندگی کی یہی وہ مقدس تعلیم تھی، جس پر عمل کرکے عرب کے صحرا نشینوں نے قیصر و کسریٰ کے خدائی دعووں کو خاک میں ملا دیا۔ تاریکی میں بھٹکنے والی دنیا کو علوم و فنون کے نور سے جگمگا دیا، تاریخ کے دھارے کو موڑ دیا، اور زمانے کو ایک بے مثال تہذیب عطا کی، اس سلسلے میں اگر یہ بھی وضاحت کر دی جائے، تو نامناسب نہ ہوگا، کہ اسلام رہبانیت اور ترک دنیا کا مذہب نہیں ہے، اسلام میں سادہ زندگی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ لوگ میلے کچیلے رہیں، پھٹے پرانے کپڑے پہنیں۔ ٹوٹے پھوٹے گندے مکانوں میں رہیں، اور ان کی صورت سے ہر وقت مسکینی و فقیری ٹپکتی رہے، اسلام اپنے ماننے والوں کو دولت کمانے سے بھی نہیں روکتا، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ لوگ صاف ستھرے رہیں، اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی جدوجہد کریں، مکانوں کو صاف ستھرا رکھیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق ایسی پوشاک پہنیں جس سے ایک حدیث شریف کے مطابق اللہ کی نعمت کا اظہار ہو، اسلام کی نظر میں ایک سخی دولت مند بہتر ہے، اس عابد سے جو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت فرماتا ہے، جو دولت مند متقی اور نام و نمود سے الگ رہنے والا ہو۔

Marfat.com

اتحاد و اتفاق

بیہقی میں حضرت انس بن مالک رضؓ کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے، چونکہ اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اس کا بنیادی مقصد ایک ایسی دنیا بسانا ہے، جہاں رنگ و نسل کا کوئی امتیاز نہ ہو، جہاں ذات برادری کی چھریاں انسانیت کے رشتے کو کاٹ نہ سکیں۔ جہاں اونچ نیچ کا کوئی سوال نہ ہو، جہاں جغرافیائی اور علاقائی عصبیت کا گذر نہ ہو، جہاں زبان کے جھگڑوں کو ہوا نہ دی جائے، جہاں خود غرضی کی چنگاریاں دلوں میں نہ سلگ سکیں۔ جہاں کوئی شخص کسی کے جائز حق پر قبضہ نہ کرے، جہاں انسان کی عزت کا اندازہ اس کے اونچے خاندان۔ دولت و اقتدار سے نہیں، بلکہ اس کے ذاتی کردار سے کیا جاتا ہو، اور جہاں تمام لوگ اتفاق و اتحاد کے ساتھ آپس میں مل جل کر رہ سکیں۔ اسلام مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والوں، مختلف زبانیں بولنے والوں، مختلف علاقوں میں بسنے والوں کو متفق و متحد رکھنے کے لئے ایک مرکز قائم کرتا ہے جس کا نام توحید و رسالت ہے، اور اسی کو قرآن مجید میں اللہ کی رسی بتایا گیا ہے، اسلام سے پیشتر دنیا اتحاد اتفاق کی نعمت سے محروم تھی، انسانیت کا سہاگ لٹ چکا تھا، انسانیت لاوارث تھی، اور چند تنگ نظر اجارہ داروں نے بنی نوع انسان کو جغرافیائی اور علاقائی زنجیروں میں جکڑ کر گروہوں میں بانٹ دیا تھا۔ نہ وحدتِ فکر تھی۔ نہ وحدتِ عمل ترقی کا زینہ تو اتفاق و اتحاد ہے، جب افتراق و انتشار کے ہاتھوں یہ زینہ ہی بے نشان ہو گیا

Marfat.com

تو دنیا پستی و تباہی کے غار میں منہ کے بل کیوں نہ گرتی ؟ اسلام نے اس نازک موقع پر تباہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والی دنیا کو پہلی مرتبہ اتفاق و اتحاد کا پیغام سنایا۔ نام نہاد خاندانی عزت پر گھمنڈ کرنے والوں کو اور جاہ و حشمت پر اترانے والوں کو للکارا۔

(ترجمہ) " اے لوگو ! ہم نے تم کو ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا ہے، تمہارے قبیلے اور برادریاں بنائے جانے کی غرض تو یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور اسے ہر بات کی خبر ہے "۔ (الحجرات آیت ۱۳)۔

ایک طرف لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے، کہ بنیادی طور پر کوئی انسان پست یا بلند نہیں کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر مشرقی کو مغربی پر اور مغربی کو مشرقی پر کوئی فوقیت نہیں ہے، سب کو اللہ کی بنائی ہوئی زمین پر اللہ کی مخلوق کی حیثیت سے مل جل کر اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی گزارنا ہے، اور کسی انسان کی عزت کو ناپنے کا صحیح پیمانہ اس کا ذاتی کردار ہے۔ دوسری جانب اللہ تعالیٰ سورۃ انفعال میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ)" اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہاری ہمت پست ہو جائے گی، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی "۔

جب مختلف رنگ و نسل کے انسان توحید و رسالتؐ کے ایک مرکز پر متحد و متفق ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں کلمہ طیبہ کی بنیاد پر فکر و عمل کی وحدت پیدا ہو جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو متحد و متفق رہنے کی تاکید فرماتا ہے، اور ان کے اتحاد و اتفاق کو اپنا احسان اور فضل قرار دے کر " آل عمران " میں ارشاد فرماتا ہے:۔

Marfat.com

"تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں افتراق نہ کرو، اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو، جب تم دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی، اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے"۔

اتحاد و اتفاق کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اسلام میں کوئی عبادت ایسی نہیں جس پر اتحاد و اتفاق کی گہری چھاپ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی ایک ہی کتاب اور ایک ہی نبیؐ کی شریعت پر عمل تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک ہی مرکزی عبادت گاہ کی جانب رخ کر کے پانچ وقت ایک ہی طریقہ پر نماز پڑھنا۔ ایک ہی خاص مہینے میں یکساں شرطوں کے مطابق روزے رکھنا۔ سال میں ایک ہی مخصوص مہینے کے چند مخصوص دنوں میں ایک مقام پر ایک ہی لباس میں ایک ہی نعرہ

لبیک اللھم لبیک

کے ساتھ جمع ہونا ان سب باتوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اتفاق و اتحاد کی اہمیت۔ اللہ تعالیٰ نے اتحاد و اتفاق کی تاکید فرمانے کے ساتھ اس سے منحرف ہونے کے سنگین نتیجے سے بھی خبردار کر دیا ہے۔

سورۃ انفعال کی ۴۶ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ) "اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"۔

اس آیت شریف کا مقصد بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں اور مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانانِ عالم کے لئے کتاب و سنت یا توحید و رسالتؐ کا جو ایک مرکزِ اتحاد قائم کر دیا ہے، اس پر مجتمع رہنے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنے کا نتیجہ دین و دنیا کی عزت و سربلندی ہے، لیکن اگر اس مرکزِ اتحاد سے منحرف ہو کر زبان اور رنگ و نسل کے جھگڑوں کو ہوا دے کر جغرافیائی

Marfat.com

اور علاقائی عصبیت کے سوتے ہوئے فتنے کو جگا کر اور فروعی اختلافات کو اہمیت دے کر افتراق و انتشار کو دعوت دی، اور اسلام کی سالمیت کو پارا پارا کرنا چاہا تو اس کا نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا، کتنی سچی اور اچھی تعلیم ہے، دنیا کی تاریخ پر نظر کیجئے۔ ہے کوئی ایسی قوم جو اتحاد و اتفاق کے بغیر ترقی و استحکام کی منزلیں طے کر سکی ہو، ہے کوئی ایسی قوم جو اتفاق و اتحاد سے منہ موڑ کر اپنا وجود برقرار رکھ سکی ہو، یاد رکھئے! جب کسی قوم کی تباہی کے دن آتے ہیں، تو وہ اتحاد و اتفاق کی نعمت سے محروم ہو جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ترقی و عروج پر پہنچانا چاہتا ہے، تو سب سے پہلے اسے اتحاد و اتفاق کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے،

اسلام سے پہلے ملک عرب کی حالت کیا تھی؟

بقولِ حالی مرحوم۔

عرب جس کا چرچا ہے یہ سب وہ کیا تھا
جہاں سے الگ ایک جزیرہ نما تھا

کہاں تھی عرب قوم؟۔
ریگستانوں اور نخلستانوں میں بکھرے ہوئے بے شمار قبائل در قبائل۔ ہر قبیلہ کا ایک الگ معبود۔ اور ہر قبیلہ کا جداگانہ شیخ۔ کسی علاقے کی پیشانی پر بردہ غلامی کی مہر۔ کسی علاقے پر ساسانی شکنجے کی جکڑ بندی۔ کوئی علاقہ بے مصرف خانہ جنگیوں کے ہاتھوں انسان کا بھیانک مقتل۔ لیکن رسول کریم ؐ کی زبانِ مبارک سے اتحاد و اتفاق کا پیغام خداوندی سننے کے بعد۔ "انما المسلمون توسب بھائی بھائی ہیں" کا سرمدی نغمہ گونجنے کے بعد وہی سینکڑوں قبیلوں میں منقسم عرب ایک طاقت اور متحدہ قوم کی حیثیت سے صفحہ ہستی پر ابھرے۔ اور ابرِ رحمت بن کر ساری دنیا

Marfat.com

پر چھا گئے ۔

وہی عرب جزیرہ نما، جو بدترین برائیوں کا سرچشمہ تھا، اور جس کا نام سن کر انسانیت شرم سے گردن جھکا لیتی تھی، اس کے ریگستانی ذرّوں سے علوم و فنون کے وہ دریا جاری ہوئے، جن سے جہالت کی خوفناک پیاس کی شدت سے دم توڑنے والی دنیا سیراب ہو گئی۔ اور انسانیت نے سر بلند ہو کر فخر و احترام کے ساتھ عربوں کے سامنے سر جھکا دیا۔ جب مسلمانوں نے لوگوں کو اللہ کا پیغام سنانے کے لئے حدودِ عرب سے باہر قدم نکالا، تو ان کا مقابلہ روم اور ایران کی زبردست طاقتوں سے تھا جو اس زمانے کی سب سے بڑی سلطنتیں تھیں۔ اور دنیا ان کے جاہ و جلال کی قسم کھاتی تھی، ان کی سب سے زبردست ٹکر جھیلنے کے لئے مسلمانوں کے پاس کیا تھا؟ سواری کے لئے اونٹ گھوڑے نہیں۔ فوجی سامان و رسد تو درکنار کھانے پینے کا معمولی انتظام بھی نہیں۔ لڑنے کے لئے تھوڑے سے ناکافی ہتھیار وہ بھی پرانے اور ٹوٹے پھوٹے۔ کسی مجاہد کے ہاتھ میں اونٹ کے شانے کی ہڈی، اور کسی کے ہاتھ میں وہ شکستہ تلوار جس کا قبضہ بھی اسی سے باندھا گیا تھا، لیکن ان بے سر و سامان مسلمانوں کے پاس ایک ہتھیار تھا۔ بہت ہی طاقتور و مؤثر حربہ جس کا وار کبھی خالی نہ گیا، اور وہ تھا اتحاد و اتفاق کا مؤثر حربہ ۔

ایران و رومتہ الکبریٰ کی عظیم طاقتوں کے پاس اس حربے کا کوئی جواب نہیں تھا، اور اسی کی مدد سے مسلمانوں نے رومیوں کو شام و فلسطین سے چند دنوں میں مار بھگایا۔ اور ان کے تاج و تخت کو ٹھوکروں سے پامال کر کے کسریٰ ایران کے شاہی کنگنوں کو ایک غریب بدوی حضرت سراقہؓ کے ہاتھوں کی زینت بنا دیا۔ اتحاد و اتفاق کی یہی طاقت تھی، جس کی مدد سے مسلمانوں نے چین سے لے کر اسپین تک اور کوہِ قاف کے دامن سے لے کر راس کماری کے ساحل تک وہ عظیم سلطنتیں قائم کیں، جن کے جاہ و

Marfat.com

جلال کی مسحورکن داستانیں آج بھی اہلِ ایمان کے دلوں میں ارتعاش پیدا کر رہی ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں دنیائے اسلام کا قلعہ ہمارا وطن عزیز پاکستان دنیا کے نقشہ پر نمودار ہو کر اتحاد و اتفاق کی معجز نما طاقت کے کرشمے کا اظہار کر رہا ہے۔

سلطنت مغلیہ کا خورشید جہانتاب اپنی ضیا پاشیوں سے کئی صدیوں تک دنیا کی نظریں خیرہ کرنے کے بعد افتراق و انتشار کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے پنہاں ہو گیا تھا۔ مسلمانوں پر تباہی کے سائے منڈلا رہے تھے، ان میں وحدتِ ملی کا احساس باقی نہ رہا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ سورہ حجرات میں حکم دیتا ہے۔

"مسلمان تو بس بھائی بھائی ہیں۔ تم اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو"

لیکن برصغیر کے مسلمانوں کی پستی و تباہی کا یہ حال تھا کہ بھائی بھائی سے لڑ رہا تھا۔ اللہ کی رسی ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس مقدس رسی کو جس کی سالمیت میں کبھی فرق نہیں آ سکتا۔ خانہ ساز فرقوں کی چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمان اپنی کھوئی ہوئی آزادی دوبارہ حاصل کر سکیں گے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی۔ انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوا، انہوں نے اللہ کی رسی کو پھر مضبوطی سے تھام لیا، اور ایک قائد کے زیر علم ایک مرکز پر دوبارہ متحد ہو گئے، تو اس اتحاد و اتفاق کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ظاہری بے سروسامانی کے باوجود مخالفوں کی زبردست طاقت کا مقابلہ کر کے ایک عظیم الشان ملک اپنے قومی وطن کی حیثیت سے حاصل کر لیا۔ صرف اتحاد ہی ایسی سپر ہے، جس کے ذریعہ ہم اپنے وطن کو تمام خطروں سے محفوظ رکھ کر ایک ترقی یافتہ اور خوشحال ملک بنا سکتے ہیں۔ علاقائی عصبیت ذات برادری کی تفریق۔ نسل و زبان کا امتیاز اسلامی

Marfat.com

تعلیمات کے منافی ہیں۔ اور انہی برائیوں اور اختلافات کو مٹانے کے لئے رسول اکرم دنیا میں تشریف لائے۔

اسلام ان تمام باتوں سے روکتا ہے، جن کی وجہ سے ہمارے خاندان ہماری قوم۔ اور ہمارے معاشرے کے اتحاد و اتفاق میں خلل پڑ سکتا ہے۔ اسلام مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی نہ کریں۔ کسی کی کمزوریاں معلوم کرنے کی ٹوہ میں نہ رہیں۔ کسی کی راز جوئی نہ کریں، کسی کی ٹانگ گھسیٹ کر خود آگے بڑھنے اور کسی کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ کسی کی ترقی دیکھ کر حسد نہ کریں۔ دلوں میں بغض نہ رکھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ نہ پھیریں، اور رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق "اللہ کے بندے اللہ کے حکم کے مطابق آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں" اسلامی اتحاد و اتفاق کی راہ میں دنیا کی کوئی طاقت حائل نہیں ہو سکتی۔

رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی مثال ایک جسم انسانی کی ہے، اگر جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے، تو باقی سارے اعضا بھی بخار اور بے خوابی کی تکلیف میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔

اسلام اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور اسے بڑھانے کے جو طریقے بتاتا ہے ان میں سب سے زیادہ جامع رسول کریمؐ کا یہ متفق علیہ ارشاد ہے۔

"تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی نہ چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا ہے"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کی حقیقی لذتیں حاصل کرنا، اور ایمان کے اصل مقام تک پہنچنا چاہتا ہے، تو شرط اول یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو خود غرضی سے پاک کرے۔ جو جنت بھلائی اور بہتری اپنے لئے چاہتا ہے، وہی دوسرے کے لئے چاہے۔ اور جس تکلیف۔ ذلّت اور پریشانی سے خود محفوظ رہنا چاہتا ہو، اس میں

Marfat.com

کسی دوسرے کا مبتلا ہونا، پسند نہ کرے۔

یہ اتحاد و اتفاق کا بہترین نسخہ ہے ایک مسلمان کی شان سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ دوسروں کے آرام و آسائش کا ذریعہ بنے اور انہیں ترقی کی منزلیں طے کرنے میں مدد دے، یہی وہ واحد طریقہ ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی قوم اور معاشرے کو مستحکم بنا سکتے ہیں۔

ایک متفق علیہ روایت کے مطابق سرکار دو عالم کا ارشاد ہے کہ:

"ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں سے ایک مضبوط عمارت کے اجزاء کی طرح ہونا چاہیے کہ وہ باہم مل جل کر ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں۔"

یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ نے باہمی تعلق کی مثال دینے کے لئے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں، اور اس طرح بتایا کہ مسلمانوں کو آپس میں مل کر ایک ایسی دیوار بن جانا چاہیے جس کی اینٹیں اس طرح پیوست اور باہم جڑی ہوئی ہوں کہ کہیں خلا نہ پایا جائے۔

Marfat.com

عزم و استقلال

عزم و استقلال کے معنی ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا پختہ ارادہ کرنا حق و صداقت کی راہ میں جو دشواریاں حائل ہوں ان کا سامنا صبر و ہمت سے کرنا۔ ناکامیوں سے بددل نہ ہونا اور اس بات کا کامل یقین رکھنا کہ یہی ناکامیاں ایک دن کامیابی کا سبب بن جائیں گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم و استقلال کی ہر طرح ترغیب دی ہے اور اگر غور کیجیے تو ظاہر ہوگا کہ عزم و استقلال ہی وہ خشت اول ہے جس پر اسلام کی پوری عمارت تعمیر ہوئی ہے۔

اسلام یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ کوئی جادو کی چھڑی ہے جس کی ایک جنبش سے دین و دنیا کی ساری کامیابیاں انسان کے قدموں پر قربان ہو جائیں گی۔ وہ ایک عملی مذہب ہے جس کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاح و کامیابی کا راستہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ بہت دشوار گذار ہے اور قدم قدم پر نوکدار کانٹے بچھے ہوئے ہیں اسلام زبانی جمع خرچ کا قائل نہیں۔ اس کی تعلیمات کے مطابق کوئی شخص کامیابی کی منزل تک اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے۔ جب وہ راستے کی دشواریاں جھیلنے اور آزمائشوں سے گزرنے میں عزم و استقلال کا عملی مظاہرہ کرے۔

اللہ تعالیٰ سورۂ عنکبوت کے شروع میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائیگا۔ ہم ان لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں

Marfat.com

جو پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ کو یہ ضرور معلوم کرنا ہے کہ کون لوگ سچے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کے علم میں سب کچھ ہے اور وہ پہلے ہی جانتا ہے کہ حق پرستی کے دعوے میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ تو پھر اسے لوگوں کو آزمانے اور کھوٹے کھرے کو پرکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ بیشک علام الغیوب ہے۔ کسی شخص کا باطن اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون سچا ہے کون جھوٹا۔ لیکن وہ جزا اور سزا کے فیصلے اپنے علم غیب کی بنیاد پر نہیں بلکہ لوگوں کے اچھے یا برے اعمال کے عملی ظہور پر کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کسی نافرمان کو اسی وقت سزا دے گا جب وہ نافرمانی کے گناہ کا عملی طور پر مرتکب ہو اور کسی شخص کو فلاح و کامیابی کا انعام اسی وقت عطا فرمائے گا جب وہ حق و صداقت کے دشوار گذار راستے کی تکلیفوں کا سامنا عزم و استقلال کے ساتھ کرے اور اپنے عمل سے صادق الایمان ہونا دنیا پر ثابت کر دے۔ اللہ تعالیٰ آل عمران میں صاف ارشاد فرماتا ہے۔

”تمہیں جان و مال کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی۔“

سچا مومن وہی ہے جو آزمائشوں سے عزم و استقلال اور صبر و ہمت سے گزر جائے۔“

اسلام کی سربلندی، اور ترقی عزم و استقلال کی دلولہ خیز داستان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ میں حق و صداقت کی آواز بلند فرمائی تو آپؐ کو اور آپؐ کے گنے چنے رفیقوں کو خوفناک مظالم کا نشانہ بنایا گیا۔ حضرت بلال رضؓ حبشی کو گرم پتھروں سے باندھ کر کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا۔ حضرت عمارؓ اور ان کے والد حضرت یاسرؓ پر وحشیانہ مظالم ڈھائے گئے۔ اُبابؓ خاتون یعنی حضرت

Marfat.com

عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ نے اسلام کی راہ میں جان کی پہلی قربانی پیش کی۔ لیکن ابتدائی دور اسلام کے مومنوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے انہوں نے حق و صداقت کے پرچم کو سربلند رکھنے کے لئے ساری مصیبتوں کا سامنا بڑے عزم و استقلال سے کیا اور انہی کے پاک خون سے سیراب ہو کر اسلام کے ننھے پودے نے ایک ایسے تناور درخت کی صورت اختیار کر لی جس کا سایہ ساری دنیا کے لئے رحمت کا سایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صبر و استقلال کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ "تم سے پہلے جو امتیں گذری ہیں انہیں بھی عزم و استقلال کے ساتھ راستے کی دشواریوں کا سامنا کرنے کے بعد کامیابی کی منزل تک پہنچنا نصیب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی نسبت آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے:۔

"اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں۔ ان سے وہ دل شکستہ نہیں ہوئے انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی اور (باطل کے سامنے) سر نہیں جھکایا۔"

عزم و استقلال کے معنی یہ نہیں کہ جب کسی نیک مقصد کی تکمیل کے لئے ہماری دو یا تین کوششیں ناکام رہیں یا کچھ زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑے تو اس مقصد سے دست بردار ہو جائیں۔ اور اس خیال سے دل کو تسکین دے لیں کہ ہم نے امکان بھر کوشش تو کر لی۔ لیکن کامیابی ہمارے مقدر ہی میں نہیں ہے۔ عزم و استقلال کا یہ نظریہ غلط ہے، جس مقصد کو ہم اچھا سمجھتے ہیں، اس کی تکمیل کے لئے ہماری جدوجہد کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہنا چاہیئے، جب تک ہمارے دم میں دم ہے، اور ہم جب تک کامیابی کی منزل تک نہ پہنچ جائیں کوئی بڑی سے بڑی تکلیف۔ بڑی سے بڑی ناکامی اور بڑی سے بڑی قربانی بھی عزم و استقلال کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ عزم و استقلال کی شان یہ ہے کہ بڑی سے بڑی قربانی کو بھی ہیچ سمجھا جائے، اسلام کے ابتدائی دور میں گنے چنے چند مسلمانوں نے حق و

Marfat.com

صداقت کے پرچم کو سربلند رکھنے کے لئے جو بھاری قربانیاں پیش کیں، اور سخت تکالیف برداشت کیں، اس کی مثال مشکل ہے، لیکن رسول اللہؐ اور ان کے مٹھی بھر رفیقوں کے نزدیک اسلام کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے یہ بھاری قربانیاں بھی کوئی حقیقت نہ رکھتی تھیں، اور اسلام ان سے عزم و استقلال کے مزید مظاہروں کا مطالبہ کرتا تھا، رسول اللہؐ نے جو تعلیم دی اس پر خود عمل بھی فرمایا آپؐ نے مکہ معظمہ میں مسلسل تیرہ برس تک جسمانی اذیت، سماجی بائیکاٹ، اور طویل نظربندی کے روح فرسا مصائب بڑے عزم و استقلال کے ساتھ برداشت کئے لیکن آپؐ کی مبارک پیشانی پر بل تک نہ آیا، حق کی تبلیغ سے باز رکھنے کے لئے آپؐ کو بڑے بڑے لالچ بھی دیئے گئے، لیکن حق و صداقت کے دشمنوں کی ہر دھمکی اور ہر لالچ کا جواب آپؐ کی طرف سے یہ تھا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیا جائے تب بھی میں یہی کہوں گا، جو اس وقت کہہ رہا ہوں،

اس عزم و استقلال کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا، وہی شہر مکہ جہاں سے اللہ کے رسولؐ اور ان کے مٹھی بھر جاں نثاروں کو بڑے ظلم و ستم کے ساتھ نکالا گیا تھا، وہی مکہ اسلام کا مرکز اعلیٰ بنا، سچائی کی راہ میں جو دشواری حائل ہو، جو مصیبت ہم پر نازل ہو، اور جو قربانی بھی پیش کرنی پڑے، اس سے گھبرانا اور بد دل ہونا ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے، کہ حق کے راستے میں بڑی سے بڑی تکلیف اور دشواری کا سامنا اس وقت تک پورے عزم و استقلال کے ساتھ کیا جائے، جب تک کامیابی کی منزل قدموں کو نہ چوم لے، یاد رکھئے آزمائش ہی وہ کسوٹی ہے جس پر کھوٹے اور کھرے کو پرکھا جاتا ہے، جو کھوٹا ہوتا ہے، وہ راہ حق کی دشواریوں سے دل شکستہ ہو کر راہ فرار اختیار کرتا ہے، اور جو کھرا ہوتا ہے

Marfat.com

وہ پورے عزم واستقلال کے ساتھ میدان میں ثابت قدم رہتا ہے، جس کے نتیجے میں خدا کی مدد اس کے شامل حال ہوتی ہے، اور وہ ایک نہ ایک دن مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے، مسلمانوں نے اللہ کے پرچم کو بلند رکھنے اور دنیا کو گمراہی سے نجات دلانے کے لئے جب عرب سے باہر قدم نکالا تو ان کی تعداد بہت کم تھی، اور ان کے پاس سازوسامان کی بھی شدید کمی تھی، لیکن ان کے پاس عزم واستقلال ایک ایسا حربہ تھا، جس کا وار روم اور ایران جیسی عظیم الشان سلطنتیں بھی نہ جھیل سکیں۔ حق کے تھوڑے سے پرستار یہ تہیہ کرکے اٹھے تھے کہ برائیوں کی تاریک وادیوں میں بھٹکی ہوئی دنیا کو ہم سچائی اور بھلائی کا راستہ دکھائیں گے، اور بنی نوع انسان کو اس کی زندگی اور پیدائش کے اصلی مقصد سے آگاہ کریں گے، ان کا مشن بہت ہی اعلیٰ وارفع تھا۔

مقصد جتنا زیادہ بلند ہو آزمائشیں اتنی ہی زیادہ سخت ہوتی ہیں، مسلمانوں نے حق وصداقت کی راہ میں پیش آنے والی دشواریوں اور آزمائشوں کا مقابلہ بڑے عزم واستقلال سے کیا۔ جب ان کی پہلی یا دوسری کوشش کامیاب نہ ہوتی تو وہ بددل ہونے کی بجائے اس ناکامی کو کامیابی کا نشان سمجھتے۔ انہیں ہر مایوسی میں نور امید کی نئی جھلک نظر آتی۔ ان کے لئے ہر منزل ایک نئے سفر کا پیغام تھی۔

اس عزم واستقلال کا نتیجہ سامنے ہے، مسلمانوں نے نہ صرف حق وصداقت کی بنیاد پر عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں، بلکہ دنیا میں علوم وفنون کے وہ چشمے جاری کردیئے، جن سے دانشوران عالم آج تک سیراب ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

ہمدردی و خیر خواہی

اسلام میں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کے بعد جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، وہ پاکیزہ اخلاق ہے اور یاد رکھیئے کہ اخلاق حسنہ کی روح بندگانِ خدا کے ساتھ ہمدردی کرنا، اور ان کی بھلائی چاہنا ہے۔

ہمدردی و خیر خواہی کا دائرہ بہت وسیع ہے، اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو اپنی عیال بنایا ہے۔ رنگ و نسل کا امتیاز نہیں۔ مذہب کی شرط نہیں، علاقائی تفریق نہیں۔ ایک مسلمان کو ہمدردی و خیر خواہی کا حق ادا کرنا چاہیئے، خدا کی ہر مخلوق کے ساتھ۔ ہاں اگر اسلام میں پابندی ہے تو صرف یہ کہ ہمدردی نہیں کی جائے گی، ظالموں کے ساتھ یعنی وہ لوگ جو غریب بندگانِ خدا پر ظلم ڈھاتے ہیں، بیکسوں کو ستاتے ہیں۔ انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم کرتے ہیں، اللہ کی بیزبان مخلوق کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ قومی معاشرے کو تباہ کرنے کے منصوبے بناتے ہیں، اور ملت سے غداری کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہماری کسی ہمدردی کے مستحق نہیں۔ خود اللہ تعالےٰ اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ)، "اے ہمارے رب جس کو تو آگ میں جھونکنا چاہے، اسے کون بچا سکتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

خیر خواہی کی اہمیت کا ایک ہلکا سا اندازہ اس مقدس تعلیم سے کیا جا سکتا ہے، کہ کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان کہلانے کا مستحق نہیں، جب تک اپنے بھائیوں کے لئے بھی وہی نہ چاہے، جو اپنے لئے چاہتا ہے۔

Marfat.com

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے روپیہ پیسہ دیا ہے، انہیں لازم ہے کہ اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق بندگان خدا کی امداد پہ خرچ کریں۔ اگر کوئی شخص بربنائے ہمدردی ایک غریب بندۂ خدا کی کچھ امداد کرتا ہے تو وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی غریب کی مدد نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے جسے ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ سورۃ البقرہ کی ۲۴۸ ویں آیت میں خداوند کریم فرماتا ہے:-

(ترجمہ):۔ "تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تاکہ اللہ کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس فرمائے۔ گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے، اور بڑھانا بھی اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے"

اس آیت سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ایک طرف اپنے خوشحال بندوں کو غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور ان کی ضروریات پر رقم خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ تو دوسری طرف انہیں متنبہ بھی فرماتا ہے، کہ اس خیال خام میں نہ رہنا کہ غریبوں کی ہمدردی وخیر خواہی میں روپیہ خرچ کرنے سے تمہاری دولت کم ہو جائے گی۔ یا اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے تمہارے بینک بیلنس میں اضافہ ہو جائے گا۔ بلکہ دولت کو بڑھانا یا اسے چھین لینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اگر تم انسانی ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرو گے۔ یا قرآن مجید کے الفاظ میں اللہ کو قرض حسنہ دو گے۔ تو پروردگار تمہارے روپے پیسے میں بہت برکت عطا فرمائے گا، ورنہ یاد رکھو کہ تم دنیا میں بھی خسارے میں رہو گے، اور آخرت میں بھی، تم کو اللہ تعالےٰ کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ کے انتباہ کی مزید تشریح سورہ توبہ کی ان دو آیتوں میں

Marfat.com

ہوتی ہے:۔

(ترجمہ):۔ "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کا مژدہ سنادو۔ جب اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی۔ پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشت کو داغا جائے گا۔ یہی ہے وہ خزانہ جسے تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ اور اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو"

مسلمانوں میں ہمدردی و خیرخواہی کے جذبے کو مستحکم تر بنانے کے لئے زکوٰۃ کو اسلام کا اس قدر اہم رکن قرار دیا گیا ہے، کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں نماز قائم کرنے کی تاکید کی گئی ہے، وہاں زکوٰۃ ادا کرنیکا حکم دیا گیا اس طرح اسلام کے اہم ترین و مقدم ترین فریضہ نماز اور زکوٰۃ کو لازم و ملزوم قرار دے دیا گیا ہے۔

غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم صرف زکوٰۃ کی مقررہ رقم تک محدود نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ البقرہ کی ۲۴۸ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ):۔ "لوگ پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو"

وہ معاشرہ کس طرح پسندیدہ قرار دیا جا سکتا ہے، جس میں افراد کے دل باہمی ہمدردی کے جذبے سے محروم ہوں، اور کوئی دوسرے کا پرسانِ حال نہ ہو۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں نکالا جاتا۔ رحم و کرم کا مادہ مگر کسی بدبخت شقی کے دل سے۔ اسلام ہر سنگ دل معاشرے سے بیزار ہے، وہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ حکم دیتا ہے کہ "اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو"

Marfat.com

اسلام کا مطمع نظر ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جہاں لوگ ایک دوسرے سے بیگانہ اور ایک دوسرے کے بدخواہ نہ ہوں۔ ذاتی مفادات کی جنگ میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا نہ ہوں۔ ایک دوسرے کو بدنام نہ کریں، بلکہ آپس میں حقیقی بھائیوں کی طرح مل جل کر رہیں۔ ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں، دوسرے کی عزت کو اپنی عزت اور دوسرے کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھیں۔ کوئی کسی کو ایذا و نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے، بلکہ سب ایک دوسرے کے ہمدرد و بہی خواہ ہوں۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ باہمی ہمدردی و خیرخواہی کا جذبہ محض اللہ کے رسولؐ کی خوشنودی کے لئے بے لوث ہونا چاہیئے، کسی کے ساتھ ہمدردی یا بہی خواہی کرکے احسان جتانا گناہ ہے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنت میں نہ جا سکے گا۔"

اسلام! انسان تو انسان۔ حیوانوں کے ساتھ بھی ہمدردی کرنے اور ان پر ترس کھانے کا حکم دیتا ہے، بخاری و مسلم میں ایک متفق علیہ روایت کے مطابق رسول اللہؐ کے ایک ارشاد کا مفہوم و خلاصہ یہ ہے کہ ایک مسافر کہیں جنگل میں جا رہا تھا۔ اس پر پیاس کا شدید غلبہ ہوا۔ ایک کنواں نظر آیا۔ ڈول رسی کا انتظام نہ تھا۔ مسافر کنوئیں میں اتر پڑا۔ پانی پی کر پر وقت باہر نکلا دیکھا ایک کتا سخت پیاس کی حالت میں کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ مسافر یہ دردناک منظر برداشت نہ کر سکا۔ دوبارہ ہمت کرکے کنوئیں میں اُترا۔ اپنے چمڑے کے موزوں میں پانی بھر کر لایا اور پیاسے کتے کو پلا دیا۔

حدیث شریف کے الفاظ کے مطابق:

Marfat.com

(ترجمہ) : "اللہ نے اس کی ہمدردی و رحمدلی کی قدر فرمائی، اور اسے بخشش کا پروانہ عطا ہو گیا۔ بعض صحابہ نے حضور سرکارِ مدینہ کی زبان مبارک سے یہ سُن کر پوچھا یارسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ہمارے لئے اجر و ثواب ہے۔ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ ہر زندہ اور ترجگر رکھنے والے جانور پر رحم کرنے میں ثواب ہے"

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ نہیں۔ اور جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے۔"

بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم منقول ہے کہ "آپس میں نرمی و ہمدردی کا رویہ اختیار کرو۔ سخت گیر اور سنگ دل نہ بنو۔ خوشخبری سنانے والے بنو۔ اور آپس میں نفرت پیدا نہ کرو" کسی کی بدخواہی اسلام میں گناہ ہے۔ ہمارا مقدس دین تو ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جو تمہارا بدخواہ ہو، اور تمہارے ساتھ بُرائی کرے، اس کے ساتھ بھی رشتہ اخوت منقطع نہ کرو۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐ! میں اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا پورا احترام کرتا ہوں لیکن وہ لوگ رشتہ داری کا خیال نہیں کرتے۔ میں ان کا خیر خواہ ہوں۔ لیکن وہ بدخواہی پر کمربستہ ہیں۔ میں جتنا ضبط و صبر سے کام لیتا ہوں۔ اتنا ہی وہ میرے درپئے آزاد ہوتے ہیں۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے طرز عمل کی تعریف کی

Marfat.com

حسن سلوک

اسلام میں ایمان وارکان ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زور دیا گیا ہے، ان میں سرفہرست ہے، حُسنِ سلوک اور اس میں کسی کی تخصیص وامتیاز نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ سے سرکار دو عالم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے، پس اللہ کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبت ان بندوں سے ہے، جو اس کی عیال کے ساتھ حسنِ سلوک کریں۔

اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو اپنی عیال قرار دیتے ہوئے کسی تخصیص و امتیاز سے کام نہیں لیا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کی ہر مخلوق سے چاہے وہ دوست ہو یا دشمن۔ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ شناسا ہو یا اجنبی۔ عورت ہو یا مرد۔ انسان ہو یا حیوان اچھا سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ سورہ نساء کی ۳۶ ویں آیت میں مسلمانوں کو اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کی ہدایت فرمانے کے بعد حکم دیتا ہے:۔

(ترجمہ) "تم اچھا سلوک کرو اپنے والدین کے ساتھ۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ۔ یتیموں کے ساتھ۔ مسکینوں کے ساتھ۔ پاس والے پڑوسی کے ساتھ۔ دور بسنے والے پڑوسی کے ساتھ۔ اپنے ہم نشینوں کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے زیرِ اقتدار ہیں"

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہیں رخصت کرتے وقت کئی نصیحتیں فرمائیں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے جب سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ

Marfat.com

نے انہیں جو آخری نصیحت فرمائی وہ حضرت امام مالکؒ کی روائیت کے مطابق یہ تھی کہ اے معاذؓ! اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں بندگانِ خدا کے ساتھ حسن سلوک کی جو نصیحت یا وصیت فرمائی اس میں بھی دوست یا دشمن، اپنے یا پرائے مسلم یا غیر مسلم کی تخصیص نہیں ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک اور متفق علیہ حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ اللہ کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے" اس حدیث شریف کے متن میں "النّاس" کا لفظ عام ہے، اور اس کا دائرہ مومن و کافر اور متقی و فاجر سب پر محیط ہے۔ اگر کسی کافر و فاجر کو مصیبت کے عالم میں ہماری کسی امداد کی ضرورت ہو۔ مثلاً وہ بھوکا ہے، اور فاقے کی شدت سے عالم کرب میں ہے، تو ایک مسلمان پر لازم ہے کہ اسے اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق کھانا کھلائے یا اگر وہ برہنہ جسم ہو تو اس کے لئے پوشاک کا انتظام کرے، ایک فاسق و کافر کے ساتھ ہمارا حسن سلوک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے فسق و کفر کا زور دیتے ہیں۔

درد اپنے دل میں محسوس کریں، اور اپنے حسن سلوک سے اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا کریں۔

حسن سلوک وہ جادو ہے جو دشمن کے پتھر دل کو بھی موم کر سکتا ہے، اللہ تعالےٰ بھی حسن سلوک کرنے والوں کو مستقل مزاج اور خوش نصیب قرار دیتے ہوئے سورۃ شوریٰ کی آیت ۳۴ میں ارشاد فرمایا ہے۔

(ترجمہ) "نیکی اور بدی کی حیثیت یکساں نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر ایک کا ثمرہ جدا ہے، تو آپؐ حسن سلوک سے بدی کو ٹال دیا کیجئے پھر

Marfat.com

جس شخص سے آپ کی عداوت تھی، وہ یکایک ایسا ہو جائے گا، جیسے دلی دوست یہ بات ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، جو بڑے مستقل مزاج ہیں۔ یا اس کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ حسن سلوک میں دشمنی کو دلی دوستی میں بدل دینے کی طاقت ہوتی ہے، بلکہ جو لوگ کسی کی برائی کا جواب حسن سلوک سے دیں وہ خوش نصیب بھی ہوتے ہیں۔

اسلام کے پاس حسن سلوک کا یہی وہ حربہ تھا .... جس نے اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں کو اسلام کا جاں نثار سپاہی بنا دیا۔ قرآن مجید میں رسول اللہ کی بعثت کے جن مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں ایک بڑا مقصد انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے، یعنی لوگوں کے دلوں کو بغض، کینہ، حسد اور حرص وہوس سے پاک کر کے انہیں پاکیزہ اخلاق اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا پابند کرنا۔

حضرت امام مالکؒ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھے اخلاقی خوبیوں کو درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ کی اس شان رحمت کا اندازہ اس بنیادی تعلیم سے کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں اگر ظلم و ستم کا دور دورہ ہو، تب بھی ایک مسلمان پر لازم ہے، دشمنوں کے ساتھ بھی احسان اور حسن سلوک کے رویہ پر قائم رہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت حذیفہؓ کی روائت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دوسروں کی تقلید کرنے والے نہ بنو۔ اور یہ نہ کہو کہ جو لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ اور جو لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے، ہم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں گے، بلکہ تم اپنے دلوں میں یہ بات پختہ کر لو کہ تم صرف انہی لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرو گے، جو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں، بلکہ

Marfat.com

ان کے ساتھ بھی احسان اور اچھا سلوک کرو گے، جو تمہارے ساتھ ظلم اور برائی کریں ۔
پاکیزگی اخلاق کی اس سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تعلیم اور کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پروردگار کی جانب سے جن نو باتوں کا حکم خاص طور پر دیا گیا، ان میں سے ارشاد رسولؐ کے مطابق تین باتیں یہ ہیں کہ جو شخص مجھ پر زیادتی کرے اسے معاف کر دوں، جو شخص مجھ سے تعلقات منقطع کرے، میں اس سے تعلقات قائم رکھوں، اور جو میری حق تلفی کرے میں وقت آنے پر اس کا حق ادا کروں،

حضرت ابوذر غفاریؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسن سلوک کے سلسلے میں کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی حقیر نہ سمجھو، اگر اپنے بھائی کو دینے کیلئے کچھ نہ پائے، تو اتنا ہی کرے کہ اس سے خندہ پیشانی سے بات کرے۔

خوش اخلاقی سے ملنا جلنا بھی حسن سلوک کی ایک صورت ہے، اور تحفہ تحائف کی طرح اس سے بھی باہمی میل جول میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ حسن سلوک یہ بھی ہے کہ اگر اور کچھ نہیں تو تم اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈال دو، ڈول سے برتن میں پانی ڈالنے کا ذکر بطور مثال کہا گیا ہے، مطلب صرف یہ ہے کہ اپنے بھائی کی جو خدمت اور مدد تم کر سکتے ہو اور اس کو جو آرام پہنچا سکتے ہو، اور جس طرح بھی تم اس کے کام آ سکتے ہو، اس میں دریغ نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ سب صورتیں حسن سلوک ہی کی صورتیں ہیں۔ اسلام، انسان تو انسان حیوانوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کی تاکید کرتا ہے، ایک کافی طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ، ایک گنہگار کے لئے اس کا یہ فعل ذریعہ مغفرت بن گیا کہ اس سے ایک پیاسے کتے کی تکلیف نہ دیکھی گئی۔ اور اس نے اپنے چرمی موزے میں کنوئیں سے پانی بھر

Marfat.com

کر پیاسے کتے کو پلادیا۔ اسلام درحقیقت احسان اور حسن سلوک کا مذہب ہے، اس کے نزدیک کسی حاجت مند انسان کی ضرورت رفع کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کا وہی ثواب ہے جو ایک مجاہد کو جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، اگر آج اسلام کی تعلیمات اور اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے تو دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا جائے، اور وہ محبت و اخوت کے نور سے جگمگا اٹھے۔

Marfat.com

غیبت

اسلامی تعلیمات کا ایک اہم ترین مقصد آپس کے تعلقات کی خوشگواری حسنِ معاشرت اور باہمی اخوت و محبت ہے، یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات میں اس مقصد کو بعض حیثیتوں سے ظاہری عبادات سے بھی اہم قرار دیا گیا ہے، اس طرح ظاہر ہے کہ جو چیز اسلام کے نصب العین حسن معاشرت وحسن اخلاق پر مبنی معاشرے کو نقصان پہنچائے، اور لوگوں کے باہمی تعلقات کو خراب کر کے بغض و عداوت اور نفرت و مخالفت کے جذبات ابھار کرے، وہ بدترین معصیت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ اسلام اور شارع اسلام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غیبت و چغل خوری کو سخت ترین گناہوں میں سے بتلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ حجرات کی بارہویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ):۔ "تم میں سے کوئی شخص کسی کو اس کی پیٹھ پیچھے برا نہ کہے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا، کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے اس سے تم ضرور کراہت محسوس کروگے، اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

اسی قسم کا ایک ارشاد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص پر حد جاری کی گئی۔ حضورؐ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، دو صحابیوں نے دوران راہ آپس میں اس شخص کی سزایابی کا ذکر حقارت سے کیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، کچھ دور جا کر ایک مردہ گدھا نظر آیا

Marfat.com

جو سڑ کر پھول گیا تھا۔ آپؐ نے غیبت کرنے والے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ اس مردہ گدھے کا کچا گوشت کھاؤ، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے پس پشت اپنے بھائی کی جو توہین کی وہ اس مردہ گدھے کے گوشت کھانے سے زیادہ گھناونی تھی۔

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اپنے کسی بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جس کے سننے سے وہ ناگواری محسوس کرے۔

کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں اپنے بھائی کی ایسی برائی کا ذکر کروں جو اس میں ہو تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟ سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا اگر اس میں درحقیقت وہ برائی موجود ہو تو یہ غیبت ہے، اور اگر برائی یا عیب موجود نہ ہو تو یہ بہتان ہوا۔ (یعنی غیبت سے بھی زیادہ سنگین گناہ۔)

ایک خاتون بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئیں۔ وہ بہت چھوٹے قد کی تھیں جب وہ رخصت ہو گئیں تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ہنسی آ گئی۔ اور آپ نے سرکار دو عالمؐ سے عرض کیا۔ یہ عورت کس قدر ٹھگنی (پستہ قامت) سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہؓ تم نے اس قدر بری بات زبان سے نکالی ہے، (یعنی غیبت کی ہے) کہ اگر وہ سمندر میں ڈال دی جائے تو اس کا پانی بھی گندا ہو جائے گا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ کسی شخص کے پس پشت اس کی کسی برائی یا جسمانی عیب کا ذکر ممنوع اور داخل غیبت ہے۔

Marfat.com

کسی کی غیبت کرنا تو سنگین گناہ ہے، اسلام تو کسی شخص کی برائی سننا بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ قصص کی آیہ ۵۵ میں اچھے لوگوں کی ایک یہ نشانی بتائی ہے کہ جب وہ بُری بات سنتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال۔ تم کو سلام۔ ہم جاہلوں سے واسطہ رکھنا نہیں چاہتے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سُرخ تانبے کے سے تھے، اور وہ اپنے سینوں اور چہروں کو نوچ نوچ کر لہو لہان کر رہے تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں، جو ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ حضرت جبریلؑ نے بتایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی لوگوں کی غیبت کرتے تھے) اور ان کی آبرو سے کھیلتے تھے۔

غیبت کرنا تو دور رہا کسی شخص کے پوشیدہ عیوب کی ٹوہ لگانا اور ان کی تشہیر کرنا بھی منافقانہ حرکت ہے۔ اور جو لوگ اس حرکت کے مرتکب ہوں۔ وہ محض زبانی مسلمان ہیں، اور ایمان نے ان کے دلوں میں ابھی گھر نہیں کیا ہے،

سُنن ابی داؤد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی منقول ہے کہ "اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے، ابھی ایمان تمہارے دلوں میں پیوست نہیں ہوا ہے، تم دوسروں کی غیبت نہ کرو، ان کے چھپے ہوئے عیوب کی ٹوہ نہ لگاؤ، پوشیدہ عیوب کی تشہیر نہ کرو، کیونکہ جو ایسا کرے گا، اللہ کا معاملہ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ جس کے ساتھ اللہ کی طرف سے یہ معاملہ ہوگا، اللہ اس کے گھر میں اس کو ذلیل کر دے گا۔"

Marfat.com

غیبت کو جو ایک سخت ترین گناہ اس لئے قرار دیا گیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس پُرخلوص و پُر محبت معاشرے کا قیام اسلام کا نصب العین ہے، اس کی بنیادیں غیبت و بدگوئی سے متزلزل ہوتی ہیں، رسول اللہ کی بعثت کا جو خاص مقصد انسانی اخلاق کو انتہائی بلندیوں پر پہنچانا ہے، اس کی (نعوذ باللہ) نفی ہوتی ہے۔ انسان کو بلند کرداری کی راہ اختیار کرنے کے بجائے لوگوں کی راز جوئی کرنے۔ ان کی برائیوں کا نقارہ پیٹنے اور لگائی بجھائی کرنے کی عادت پڑتی ہے جس کی غیبت کی جائے اس کی آبرو ریزی ہوتی ہے، اسے بدنامی سے روحانی تکلیف پہنچتی ہے، اخوت و محبت زائل ہو جاتی ہے، دلوں میں فتنہ و فساد کی تخم پاشی ہوتی ہے، اور قومی و معاشرتی اتفاق و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں انتشار پھیلانے اور اتحاد و اخوت کے چاند کو گہن لگانے کی ناپاک کوشش کس قدر سخت قابل نفرت و مذمت ہے اس کا اندازہ شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے کیجئے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کا گناہ زنا سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ غیبت زنا سے زیادہ سنگین کسی طرح ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص شامت اعمال سے زنا کاری کا مرتکب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ توبہ و استغفار کرنے سے اس کی خطا معاف فرما دیتا ہے، لیکن غیبت کرنے والے کو اللہ اس وقت تک معاف نہیں فرمائے گا، جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چند مخصوص صورتوں میں کسی کی بُرائی کا بیان شامل گناہ نہیں۔ مثلاً حاکم کی عدالت میں کسی شخص کے ظلم کی فریاد

Marfat.com

کرنا۔ امیر وقت یا متعلقہ حکام کو کسی ایسی سازش سے خبردار کرنا جو ملک و قوم کی تخریب کے لئے کی جارہی ہو، اس خطرناک سازش میں حصہ لینے والوں کی مذموم عزائم کی تفصیل حکومت تک پہنچانا گناہ نہیں بلکہ کار خیر ہے، اسی طرح کسی پیشہ ور دھوکا باز کے فتنے سے عوام کو خبردار کرنا۔ علم حدیث میں غیر ثقہ راویوں اور جھوٹی حدیثیں وضع کرنے والوں سے جرح و تنقید کرنا اور یا علمائے حق کا اہل باطل کے دجال و فریب کا پردہ چاک کرنا۔ غرضیکہ قصہ مختصر اگر اللہ کے بندوں کی خیرخواہی یا فتنہ و فساد کا سر کچلنے کے لئے کسی فرد یا گروہ کی واقعی برائی دوسروں کے سامنے بیان کرنا ضروری ہو جائے، اور اس بیان ہی پر کسی شرعی۔ قومی۔ اخلاقی یا سماجی فتنے کا سدباب منحصر ہو تو اسے بیان کرنا اس غیبت میں داخل نہیں جو اسلامی تعلیمات کی رو سے حرام اور گناہ کبیرہ ہے، بلکہ کیا تعجب ہے جو یہ اظہار حقیقت دنیا میں قومی و اجتماعی فساد کی حفاظت کا سبب اور آخرت میں ہمارے لئے کار ثواب بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو غیبت کے گناہ کبیرہ سے محفوظ رکھے۔ اور دشمنان اسلام و ملک کو بے نقاب کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

اخوت

اسلام کا بنیادی مقصد افتراق و انتشار کی بھیانک تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو ایک ایسے تابناک مرکز پر متحد کرنا اور ایک ایسے مستحکم معاشرے کا وجود میں لانا ہے، جہاں رنگ و نسل کا کوئی سوال نہ ہو۔ جہاں علاقائی عصبیت کا گزر نہ ہو جہاں انسان کی عزت کا اندازہ اس کی خاندانی وجاہت یا ذاتی دولت و اقتدار پر نہیں بلکہ محض ذاتی کردار پر ہو، اور جہاں مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے۔ مختلف زبانیں بولنے والے اور مختلف علاقوں میں بسنے والے کتاب و سنت کے ایک مرکز پر جمع ہو کر حقیقی بھائیوں کی طرح اطمینان و آسائش اور سکون و عافیت کی زندگی بسر کر سکیں۔

الحجرات کی تیرھویں آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

(ترجمہ) :- "اے لوگو ہم نے تم کو ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا ہے، تمہارے قبیلے اور برادریاں بنانے کی غرض تو یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے، اور اسے ہر بات کی خبر ہے"

اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں ارشاد فرماتا ہے کہ :-

(ترجمہ) :- "تمام مسلمان تو بس بھائی بھائی ہیں۔ تم اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو"

یعنی مسلمان کا کام کسی جھگڑے کو ہوا دینا نہیں۔ بلکہ فرمانِ خداوندی

Marfat.com

کی رو سے اس کا فرض ہے کہ اگر بشریت کے تقاضے سے دو مسلمانوں میں کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ تنازعہ ہو جائے، تو وہ افہام و تفہیم کے ذریعہ دونوں میں صلح کرا دے۔

اسلامی اخوت کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے بھائی چارے کو اپنے احسان اور فضل سے تعبیر کر کے آل عمران میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ) :۔ "تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی۔ اور تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔"

اللہ نے اپنی جس رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا ہے، وہ کتاب و سنت ہے اور یہی وہ مرکز ہے، جس پر مجتمع رہ کر عروج و ترقی کی انتہائی منزلیں طے کر سکتے ہیں، اور یہی وہ اللہ کی رسّی ہے جسے چھوڑ کر ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ سورہ انفال میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ) :۔ "اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانو۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ورنہ تمہاری ہمت پست ہو جائے گی، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

تاریخ کے صفحات چھان ڈالیئے۔ ہر صفحہ۔ ہر سطر۔ ہر لفظ اور ہر حرف اپنے پروردگار کے اس ارشاد کی تصدیق کرے گا کہ جب تک مسلمانان عالم توحید و رسالت کے مرکز پر مجتمع رہے یا قرآن مجید کے الفاظ میں اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہے۔ ان کے قدم قدم پر دنیا کی عزت سربلندی قربان ہوئی۔ جب مسلمانوں نے دنیا کو اللہ اور اس کے رسول کا پیغام سنانے کے لیے عرب کے

Marfat.com

ریگستانوں سے باہر قدم نکالا تو انہوں نے اپنی مکمل بے سروسامانی کے باوجود برطانوی سامراج اور ہندو کانگریس کی کلائیاں توڑ کر اپنا شاندار قومی وطن پاکستان حاصل کر لیا۔

یاد رکھئے ہم نے اس صدی میں پاکستان حاصل کیا ہے، صرف اخوت کی طاقت سے اور ہم اس کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں۔ بلکہ اسے ایک طاقتور ترقی یافتہ ملک بنا سکتے ہیں، تو اخوت اور اخوت کی طاقت سے۔

افتراق و انتشار کے مہلک نتائج ہم نے تاریخ میں بھی پڑھے، اور اپنی آنکھوں سے بھی دیکھے، اب عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے، اور اللہ کے رسول کا حکم بھی یہی ہے کہ ہم اسلامی اخوت کے جذبہ کو پھر بیدار کریں، اور پوری قوت سے بیدار کریں۔ اخوت اسلامی میں خلل زیادہ تر آپس کی بدگمانیوں سے پڑتا ہے، اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمان کو "اکذب الحدیث" یعنی بہت بڑی جھوٹی بات یا محاورے کے مطابق ہزار جھوٹوں کا ایک جھوٹ قرار دے کر اس سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، اسلام اخوت کے جذبے کو تروتازہ رکھنے کے لئے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی نہ کریں۔ کسی کی کمزوریاں معلوم کرنے کی ٹوہ میں نہ رہیں۔ کسی کی رازجوئی نہ کریں۔ کسی کی ٹانگ گھسیٹ کر خود آگے بڑھنے اور کسی کو نقصان پہنچا کر خود فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں، کسی کی ترقی پر حسد نہ کریں، کسی کے خلاف دل میں بغض نہ رکھیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ نہ پھیریں۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ کے بندے۔ اللہ کے حکم کے مطابق آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔

اسلام کی مقدس تعلیمات کے مطابق ایمان کا راز یہی اخوت میں پوشیدہ ہے، بخاری و مسلم کی متفق علیہ روائت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

Marfat.com

"تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے، جو خود اپنے لئے چاہتا ہے۔"

ارشاد نبوی کا صاف مقصد یہ ہے کہ ایمان کی حقیقی منزل تک پہنچنے کے لئے شرط اول یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو بغض وحسد اور خود غرضی سے بالکل پاک کرے، جو ترقی، بہتری اور بھلائی وہ خود اپنے لئے چاہے دوسرے مسلمان کے بھی اس کا خواہش مند ہو، اور جس ذلت و رسوائی یا عسرت و ناکامی سے خود بچنا چاہتا اور اللہ کی پناہ مانگتا ہے، اس میں کسی دوسرے مسلمان کا مبتلا ہونا گوارا نہ کرے، اسلام کی نظر میں اخوت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عزت کو اپنی عزت اور دوسرے مسلمان کو تکلیف یا ذلت اپنی تکلیف و ذلت سمجھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق "مسلمانوں کی مثال ایک انسانی جسم کی طرح ہے، اگر جسم کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے، تو باقی دیگر اعضا بھی بخار اور بے خوابی کی تکلیف میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں ۔"

جب تمام مسلمان خواہ وہ کسی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ جسم واحد کی حیثیت رکھتے ہیں، تو آپس میں جھگڑا فساد کیسا؟ اگر ہم میں کبھی اختلافی صورت پیدا ہو تو ہم اسے اللہ اور رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق خوش اسلوبی سے باہمی مشاورت و مذاکرات کے ذریعہ طے کر سکتے ہیں۔ باہمی اختلافات کو ہوا دے کر افتراق و انتشار پیدا کرنا۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت نہیں کہ تمام مسلمانوں کی مثال ایک انسانی جسم کی ہے۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق ہمارے آقا و مولا خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان

Marfat.com

والوں سے ایک مضبوط عمارت کے اجزا کی طرح ہونا چاہیئے۔ کہ وہ مل جل کر ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

راوی کے بیان کے مطابق حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر مسلمانوں کے باہمی برادرانہ جذبے کی مثال دینے کے لئے اپنے ایک دستِ مبارک کی انگلیاں دوسرے دستِ مبارک کی انگلیوں میں پیوست فرمائیں، اور اس طرح بتایا کہ مسلمانوں کو آپس میں مل جل کر ایک ایسی دیوار بن جانا چاہیئے جس کی اینٹیں اس طرح پیوست اور باہم جڑی ہوئی ہوں، کہ کہیں خلا نہ پایا جائے۔ اسلام کی روح اخوت ہے اسلام عین اخوت ہے۔ ہماری کوئی عبادت ایسی نہیں۔ ہمارا کوئی عمل ایسا نہیں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تعلیم ایسی نہیں۔ ہمارے بزرگان سلف کا کوئی اسوہ ایسا نہیں جس پر اخوت کی گہری چھاپ نہ ہو، ہم سب ایک اللہ کے پرستار ہیں، اور اس کو وحدہٗ لاشریک لہٗ تسلیم کرتے ہیں، ہم سب ایک ہی رسولؐ کے امتی ہیں، جو افضل البشر اور خاتم النبیین ہے، ہم سب ایک ہی قرآن کو اللہ کی آخری کتاب اور ساری دنیا کے لئے سرچشمۂ ہدایت یقین کرتے ہیں، ہم سب ایک ہی قبلہ کی جانب رُخ کر کے پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں، ہم سب ایک ہی یوم جمعہ کو عید المسلمین کہتے ہیں۔ ہم سب ایک ہی ماہ رمضان المبارک میں یکساں شرطوں اور طریقوں کے مطابق روزے رکھتے ہیں، ہم سب ایک ہی دن عید الفطر اور عید الاضحےٰ مناتے ہیں، ہم سب ایک ہی ماہ ذی الحجہ میں ایک ہی مقام پر ایک ہی لباس میں جمع ہو کر فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ ہم سب سید الشہدا، سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایثار و قربانی کا زندۂ جاوید پیکر مانتے اور یزیدیت کے مقابلے میں حسینیتؑ کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

آیئے آج ہم اپنے دلوں میں اسلامی اخوت کے جذبہ خوابیدہ کو بیدار کریں،

Marfat.com

پوری قوت سے بیدار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان پر سر جھکا دیں کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور اللہ کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو کبھی نہ مٹنے والی مہر کی طرح مثبت کریں۔ کہ تمام مسلمانوں کی مثال ایک جسم انسانی کی ہے، اگر جسم کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو اس سے سارے اعضائے جسم متاثر ہو جاتے ہیں، آیئے آج ہم سب اپنے آقا و مولا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو حرزِ جاں بنالیں۔ کہ ہم اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی چاہیں گے، جو خود اپنے لئے چاہتے ہیں۔ ہم دوسرے مسلمان کے ننگ و ناموس کو اپنا ننگ و ناموس۔ دوسرے مسلمان کی جان و مال کو اپنی جان مال۔ دوسرے مسلمان کی تکلیف کو اپنی تکلیف۔ اور دوسرے مسلمان کی رسوائی کو اپنی رسوائی یقین کریں گے۔

اس میں ہمارے وطن عزیز کی سلامتی اور ترقی و سربلندی کا راز پوشیدہ ہے، یہی اللہ تعالیٰ الحجرات میں مسلمانوں کو حکم دیتا ہے،۔

"آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو، کسی کو بدنام نہ کرو"

Marfat.com

انتقام

اگر کسی شخص نے آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کی، اور جواب میں آپ بھی اس کے ساتھ زیادتی کریں، تو یہ کہا جائے گا کہ اس شخص سے آپ نے انتقام یا بدلہ لے لیا کون آدمی ایسا ہے، جس کو راہ چلتے ذلیل کیا جائے یا بلا وجہ گالی دی جائے، اور وہ اپنی ذلت سے خوش ہو، اگر ایسا کوئی شخص ہے، تو اسے عزت دار نہیں کہا جا سکیگا برائی کو برائی سمجھنا کسی کی زیادتی پر غصہ آنا اور دل میں بدلہ لینے کی خواہش پیدا ہونا عام انسانی فطرت ہے، اور چونکہ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دین فطرت ہے، اور فطرت کے تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر انسان کو اخلاق کی انتہائی بلندیوں تک لے جانا چاہتا ہے، لہٰذا اس نے بدلہ لینے کو ناجائز تو قرار نہیں دیا۔ لیکن اپنی تعلیم کا رُخ کچھ ایسا رکھا ہے، کہ ایک اچھے مسلمان کے لئے ذاتی بدلہ لینا دشوار ہو جاتا ہے، اور وہ زیادتی کرنے والے کو معاف ہی کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سورہ النحل میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔ — اگر تم بدلہ لو تو بس اتنا ہی جتنی کہ تم پر زیادتی کی گئی ہے، لیکن اگر تم صبر سے کام لو تو صبر کرنے والوں کیلئے بہتری ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق اپنے بندوں کو اس قدر محدود پیمانے پر ذاتی انتقام کی اجازت دینے کے بعد کس محبت کے ساتھ فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔ یعنی اگر تم بدلہ لینے کی طاقت اور شرعی اجازت کے باوجود بدلہ لینے کے جذبے سے مغلوب نہ ہو، اور ضبط و صبر سے کام

Marfat.com

دے کر غصّے کو پی جاؤ، تو یاد رکھو کہ صبر کرنے والوں کے لئے بڑی بھلائی ہے،

دوسری جگہ سورۂ حج میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝

"اور کوئی بدلہ لے تو ویسا ہی بدلہ جیسا اس کے ساتھ کیا گیا۔ اور پھر اس پہ زیادتی کی گئی ہو تو اللہ اسکی مدد ضرور کریگا۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا، اور درگذر سے کام لینے والا ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ذاتی انتقام کی محدود اجازت دینے کے بعد مظلوم کو تسلی دیتا ہے، کہ اگر تم پر کسی شخص نے زیادتی کی ہے، تو تم بددل نہ ہو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد ضرور فرمائے گا۔ اور ہاں ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔ یعنی تمہارا پروردگار عفو و درگذر فرمانے والا ہے۔ اگر تم اللہ کے بندے ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو انتقامی جذبے سے مغلوب نہ ہو، اور زیادتی کرنے والے کے مقابلہ میں عفو و درگذر سے کام لو۔

سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے،

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝

"یعنی برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پھر جو کوئی معاف کر دے، اور صلح و صفائی کرے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگرچہ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی سے لیا جا سکتا ہے لیکن معاشرہ کو شر و فساد سے بچانے۔ اور امن و صلح قائم رکھنے کے لئے بہتر یہی ہے کہ معاف کر دیا جائے۔ انسانی فطرت کو دیکھتے ہوئے صبر کا کڑوا گھونٹ پینا آسان نہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے غصّے کو ضبط کرنے والے کا ثواب اپنے ذمہ رکھا ہے، اور یہ کہہ کر بھی اس کی تسکین کر دی گئی کہ اللہ تعالےٰ ظلم کرنیوالوں کو اچھا نہیں سمجھتا، اسلام

Marfat.com

سے پیشتر دنیا میں انتقام کا طریقہ بہت بھیانک تھا۔ ایک شخص کے قتل کے الزام میں بے شمار بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ اور انتقامی اور جوابی کارروائیوں کا سلسلہ سالہا سال تک جاری رہتا تھا۔ اسلام نے انتقام کے دائرے کو بے انتہا محدود کر کے اور پھر اس سے بھی لوگوں کو باز رہنے کی تلقین کر کے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے، قرآن مجید نے یہ کہہ کر۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذَالِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ "بتا دیا کہ برائی پر صبر کرنا اور عفو درگزر سے کام لینا بڑے دل گردے کا کام ہے"۔

یعنی انسان کے کردار کی بلندی اور ایمان والوں کے اخلاق کا زیور یہی ہے کہ اولوالعزم، عالی ظرف اور بردبار ہوں، اور قدرت و طاقت کے باوجود ذاتی انتقام کے جذبے سے کبھی مغلوب نہ ہوں، انتقامی جذبے کو دبا دینے سے صرف یہی نہیں کہ انسان کا کردار بلند ہوتا ہے، بلکہ معاشرہ بھی عداوت اور دشمنی سے محفوظ رہتا ہے، اور اس کے افراد میں محبت اور رواداری کا جذبہ بڑھتا ہے۔

حٰمٓ السجدہ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ "برائی کو نیکی کے ذریعے رد کرو، پھر وہ شخص جس سے تمہاری دشمنی تھی جگری دوست بن جائیگا"۔

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۔ "یعنی برائی کے جواب میں بھلائی کرنے کی توفیق صرف ان ہی کو نصیب ہوتی ہے، جو صبر کرتے ہیں، اور یہ مقام صرف انہیں حاصل ہوتا ہے جو بڑے نصیبے والے ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا، اور صرف

Marfat.com

یہی نہیں بلکہ انہیں بڑے عہدے اور مرتبے عطا کئے۔ مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور نسائی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعیم پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے ہوئے تھے، کچھ لوگ صبح نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے پہاڑ سے نیچے اترے۔ لیکن وہ گرفتار کر لئے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معاف فرما دیا۔ جس یہودی عورت (زینب بنت حارث) نے رسول اللہ ﷺ کو گوشت میں زہر ملا کر کھلایا تھا، وہ گرفتار ہوئی۔ اس نے جرم کا اقرار کر لیا۔ لیکن رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی انتقام لینا پسند نہ فرمایا اور اسے معاف فرما دیا۔ انتقام نہ لینے اور معاف کر دینے کی بات زیب دیتی ہے۔ ایسے شخص کو جس کے دل میں عزت کا احساس اور بازوؤں میں بدلہ لینے کی طاقت ہو۔ بیہقی میں روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ تو اپنے کس بندے کو سب سے زیادہ پسند فرماتا ہے، جواب ملا وہ شخص جو مخالف پر قابو پا لینے اور طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دے، لیکن معاف کر دینے اور بدلہ لینے کی بات ذاتی معاملوں تک ہے، ایک شخص نے ہماری ذات کیساتھ کوئی برائی کی اور ہم نے بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود اسے معاف کر دیا۔ جو لوگ سماج دشمن سرگرمیوں کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیں۔ ذاتی فائدے کے لئے بے گناہوں کی جان و مال سے کھیلیں، انتشار پھیلائیں، اور ملک کے ساتھ غداری کریں وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔

اللہ تعالےٰ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ "یعنی سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے"

تو وہ گمراہی اور فتنہ و فساد پھیلانے والے سرکش بندوں کے لئے ۔۔۔

عَزِیْزٌ ذُوْ انْتِقَام۔ غالب انتقام لینے والا بھی ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملے میں کبھی کسی شخص سے انتقام نہیں لیا، یعنی اُسے سزا نہیں دی۔ لیکن جب کوئی شخص اللہ کی مقرر کی ہوئی پابندیوں کو توڑتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم کے مطابق اُس کو سزا دیتے تھے۔

* * *

موسیٰؑ نے یہ کی عرض کرنے بارِ خدا
مقبول زیادہ کون ہے بندوں میں سے ہوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلہ

Marfat.com

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک

رسول کریم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں، اللہ کے آخری نبی ہیں۔ نبیوں کے سرتاج ہیں، آپ صرف کرہ ارض کے لئے نہیں بلکہ ساری کائنات کے لیے اللہ کی رحمت بلکہ جانِ رحمت بنا کر معبوث کئے گئے ہیں حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد اخلاق انسان کی تکمیل ہے، لہٰذا آپؐ "خاتم النبیین" ہونے کے ساتھ انسان کامل ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ اپنی شان میں واحد و یکتا ہے تو رب کعبہ کی قسم اس کا آخری نبیؐ بھی شان عبدیت میں منفرد و یکتا ہے۔ اور اللہ کے ارشاد کے مطابق اس کے آخری رسول کی ذات اقدس دنیا کیلئے پاکیزہ ترین نمونہ ہے۔

منصب نبوت سے قطع نظر رسول اللہؐ کی سیرت اقدس کے جس پہلو پہ بھی نظر کی جائے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ وہ نبی برحق جو دنیا کو انسانیت کی تعلیم دینے آیا تھا۔ وہ خود ایسا مکمل ترین و اکمل ترین انسان ہے جس کا جواب صبح ازل سے اب تک پیدا ہوا، اور نہ شام ابد تک پیدا ہو سکے گا۔

انسانیت نام ہے مختلف النوع معاشرتوں کے مجموعہ کا اور معاشرہ کسی ایک فرد سے نہیں بلکہ بہت سے افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ ہر فرد کسی دوسرے فرد کا ہمسایہ ہوتا ہے، اور جب تک ایک دوسرے کے پڑوس میں بسنے والوں کے درمیان اخوت و محبت کا رشتہ استوار و مستحکم نہ ہو پاکیزہ معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انسان کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزہ معاشرے

Marfat.com

کی تعمیر کے اسی سنگ بنیاد یعنی حق ہمسائیگی پر بہت زور دیا ہے، انتہا یہ کہ ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کو شرط ایمان قرار دیا گیا ہے، ترمذی کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت صاحب ایمان ہو سکتے ہو جب اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرو!

بخاری شریف کی روایت کے مطابق فرمایا رسول کریمؐ نے اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہؐ کون مومن نہیں؟ جواب میں ارشاد ہوا کہ:۔ "وہ آدمی جس کی شرارتوں اور آفتوں سے اس کے پڑوسی خائف رہتے ہوں"۔

اس ارشاد پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کہلانے کا مستحق صرف وہی شخص ہے جس کا اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اس قدر شریفانہ برتاؤ اور سلوک ہو کہ پڑوسی اس کی جانب سے کسی برائی کا تصور بھی نہ کر سکیں، بلکہ اپنی ہر خوشی اور ہر تکلیف میں اسے اپنا سہیم و شریک سمجھیں، اگر کسی شخص کی جانب سے اس کے پڑوسی بدسلوکی و بد اخلاقی کا خطرہ محسوس کریں، تو سمجھنا چاہیئے، وہ کیسا ہی عبادت گزار کیوں نہ ہو، اس کا دل ابھی ایمان کی حلاوت سے محروم ہے۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق معلم انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، (یعنی اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور آخرت میں فلاح چاہتا ہو) اسے لازم ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو نہ ستائے۔

بخاری و مسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور صحابیٔ رسولؐ حضرت ابو دردؓا کی ایک روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبریل امینؑ کے ذریعے وحی کے دوران رسول کریمؐ کو ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اس قدر پر زور طریقے پر کی جاتی

Marfat.com

تھی کہ رسول اللہ ؐ کو محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے شاید ایک ہمسائے کو دوسرے ہمسائے کی وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔

بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کو انسانیت کی تعلیم دینے والے انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "وہ شخص مومن نہیں جو خود شکم سیر ہو کر کھائے، اور اس کے برابر میں رہنے والا پڑوسی فاقے سے ہو"

نبی کریم ؐ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے پڑوسی کی خبر گیری نہ کرنا ایسا ہے جو شخص اپنے پڑوسی کے فقر و فاقے سے بے پرواہ ہو کر خود اپنا پیٹ بھرے، وہ ایمان کی نعمت سے محروم ہے، اور اس کی یہ خود غرضی و سنگدلی شانِ ایمان کے بالکل منافی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے رسول کریم ؐ کا یہ ارشاد بخاری میں منقول ہے کہ جب شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر دو، اور اپنے پڑوسی کی خبر گیری کرو۔

مسلم کی دوسری روایت کے مطابق رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ پھر اس شوربے سے اپنے پڑوسی کو اچھی طرح دیا کرو۔ غریب ہمسائے کو فاقہ کشی سے بچانے یا اسے کھانے پینے کی کوئی چیز بھیج کر محبت بڑھانے کے لئے شوربے میں پانی کی مقدار زیادہ کر دینے کی ہدایت آپ نے سن لی۔ اب پڑوسی کی دل جوئی اور خوشنودی کے لئے سرکارِ دو عالم ؐ نے جو تعلیم دی۔ اس کا مطلب بھی سُن لیجئے۔ کہ اگر تمہارا پڑوسی تمہیں کوئی چیز بھیجے تو اسے واپس نہ کرو، چاہے وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

اس ارشادِ پاک کا مقصد یہ ہے کہ پڑوسی کو کسی طور بھی حقیر نہ سمجھا جائے، اور اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ غریب پڑوسی کے دل میں کمتری کا احساس

Marfat.com

پیدا نہ ہو۔

ایک غیر مستطیع پڑوسی اگر مقابلتاً خوشحال پڑوسی کو حق ہمسائیگی کے طور پر کوئی ایسی معمولی اور کم قیمت چیز بھیجتا ہے، جو خوشحال پڑوسی کی شان سے گری ہوئی ہوتی ہے، تو خوشحال پڑوسی کو لازم ہے کہ غریب پڑوسی کے بہت معمولی ہدیہ کو بھی خوش دلی سے قبول کرے، اور تحفے کی کم قیمتی پر نظر کرنے کے بجائے اس کے بیش قیمت بلکہ انمول جذبہ محبت کی قدر کرے،

پڑوسی کے معمولی سے معمولی ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھنے کے علاوہ حضور صلعم نے اور بھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے، مثلاً حکم دیا ہے کہ اگر کوئی پڑوسی تمہارے مکان کی دیوار میں کسی ضرورت سے لکڑی گاڑنی چاہے تو اسے منع نہ کیا جائے۔ بات بظاہر بہت چھوٹی سی ہے مگر غور فرمایئے کہ اس کے نتائج کس قدر خوشگوار ہو سکتے ہیں۔

مسلم کی روایت کے مطابق انسانِ کامل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حقیقی معنی میں انسان بنانے کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ "تم جنت میں نہیں جا سکتے ہو، جب تک صاحب ایمان نہ ہو جاؤ، اور تم پورے مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔"

ظاہر ہے محبت کی ابتدا انہیں لوگوں سے ہو سکتی ہے، جو ہمارے ساتھی اور پڑوسی ہوں، اگر انسان کامل کی تعلیمات کے مطابق اپنے قریب ترین پڑوسی کی امداد و خبر گیری کو ہر مسلمان اپنے لئے واجب اور شرط ایمان سمجھ لے۔ تو محبت باہمی کا دائرہ سارے شہر اور پورے وطن پر محیط ہو سکتا ہے، اور محض حق ہمسائیگی ادا کرنے سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آجائے گا، جہاں ہر طرف محبت و اخوت کے نور کی بارش ہو گی، اور ہر مسلمان

Marfat.com

انسان کامل رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق صحیح معنی میں مومن کامل بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ہمسائیوں کے حقوق ادا کرنے اور ایمان کی حلاوت سے بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Marfat.com

انسان کے بنیادی حقوق

انسان فطری طور پر حریص ہے، خود اللہ تعالیٰ سورۂ تکاثر کی پہلی آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) "تم کو مال کی بے انتہا طلب نے غافل کر دیا۔ یہاں تک تم قبروں میں جا بسے۔"

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان کے پاس مال و دولت سے لبریز دو وادیاں ہوں، تو وہ تیسری وادی کی خواہش کرے گا، اور آدمی کا پیٹ تو مٹی یعنی مرنے کے بعد قبر کی مٹی سے بھرے گا۔"

انسان کا یہی وہ بے پناہ جذبہ حرص ہے، جسے روکنے کے لئے اسلام نے انسان کے تین بنیادی حقوق مقرر کر دیئے ہیں۔ یعنی شکم پری کے لئے رزق، ستر پوشی اور دیگر جائز ضروریات کے لئے روپیہ اور سر چھپانے کے لئے ایک گوشہ عافیت۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی جائز پُرخلوص کوششوں کو قبول فرما کر اس کے ان تین بنیادی حقوق میں وسعت و کشادگی عطا فرما دے، تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، ورنہ ناجائز کوششوں سے ذاتی حقوق کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر بنانے کی خواہش وہ دُنیا پرستی۔ اور حرص و ہوس کی فراوانی ہے، جس کی اسلام نے جا بجا مذمت کی ہے۔

Marfat.com

سورۂ مومن کے پانچویں رکوع میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ) "یہ دنیا کی زندگی اور یہاں کا مال و متاع تو بس (چند روزہ) استعمال کے لئے ہے۔ اصل رہنے کی جگہ تو آخرت ہے"

مسلم کی روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"بندہ کہتا ہے کہ میرا مال۔ میرا مال۔ لیکن درحقیقت اس کا مال صرف وہ ہے جو اس نے کھا پی کے ختم کر دیا۔ پہن اوڑھ کر۔ پرانا کر دیا۔ اور خدا کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا، اس کے سوا انسان کا اور جو کچھ بھی مال و متاع ہے، وہ اسے دوسروں کے لئے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائیگا"

ایک انسان توحید و رسالت پر ایمان رکھنے والے انسان کی پہلی بنیادی ضرورت رزق ہے۔ انسان کی زندگی کا سارا دارومدار روٹی پر ہے، اگر پیٹ میں روٹی نہ ہو تو انسان اپنے ملک و قوم کی خدمت اور اہل و عیال کی کفالت تو کیا خدا کو بھی بھول جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو رزق پہنچانے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی ہے، سورۂ ہود کی چھٹی آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) "زمین پہ چلنے والا ایسا کوئی جاندار نہیں جس کے رزق کا ذمہ دار اللہ نہ ہو۔ اور جس کے بارے میں اللہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے، اور کہاں سونپا جاتا ہے، یہ سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے"

زمین سے مراد زمین کی بلند ترین سطح سے لے آخری سطح تک ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پہ ناقابل گزر جنگلوں میں، شہروں اور بستیوں میں۔ زمین کے اندر سوراخوں میں۔ اللہ کی کون سی مخلوق بستی ہے، وہ درختوں پر آشیانہ بنانے والے پرندوں کی تعداد و ضروریات رزق سے بھی واقف ہے، اور اس ننھے سے کیڑے کو بھی رزق پہنچاتا ہے، جو کسی پہاڑ کے دامن میں پتھر

Marfat.com

کے اندر رہتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ نکتہ اہم ہے کہ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر اپنے نائب کی حیثیت سے بے پناہ صلاحتیں عطا فرمائی ہیں۔ اس لئے اس پہ رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر تو ہر بات پر ہے، لیکن ہاتھ پاؤں شل کر کے اس نیت سے گھر کے اندر بیٹھ جانا کہ اللہ تعالیٰ کسی ظاہری سبب و کوشش کے بغیر رزق پہنچا دے گا، انسانیت کے درجے کی توہین اور خود اللہ پاک کے اسی ارشاد کی تردید ہے کہ، انسان کا کام تو کوشش کرنا ہے۔

اسلام میں حاکمیت۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ ایک متمدن مُسلم حکومت ملک میں اللہ کے نائب کی حیثیت سے اس بات پہ مکلف ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے لیئے کسب معاش کے مساوی و منصفانہ وسائل فراہم کرے، اور بیروزگاری کا نام و نشان مٹانے کے لیئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے۔ لیکن دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی حکومت بھی تنہا اپنی کوشش سے نہ تو بیروزگاری کا مسئلہ حل کر سکتی ہے، اور نہ اپنے لاکھوں کروڑوں شہریوں کے لئے روزی کمانے کے مساویانہ و منصفانہ وسائل مہیا کر سکتی ہے، اس معاملہ میں ملک کے خوش حال، صنعت کار اور سرمایہ دار طبقے کو اپنی قومی حکومت کے ساتھ کھلے دل سے تعاون کرنا چاہیئے۔

اسلام نے روپیہ کمانے پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے، بشرطیکہ روپیہ کمانے میں کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہ کیا جائے، بلکہ اللہ تعالےٰ نے جائز ذریعہ سے کمائی ہوئی دولت کو "خیر" کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ شرح السنّۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ا۔

Marfat.com

"اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور رزق تلاش کرنے میں صرف نیکی اور پرہیزگاری کے طریقے پر کاربند رہو، اگر رزق ملنے میں کچھ دیر ہوجائے تو تم اللہ کی نافرمانی نہ کرو، اور ناجائز طریقے سے رزق حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو"

بیہقی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے کہ:۔

"جو شخص جائز طریقوں سے اس مقصد کے تحت روزی حاصل کرتا ہے کہ اسے دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے، اپنے اہل وعیال کو آرام وآسائش سے رکھے، اور اپنے (غریب) پڑوسیوں کی امداد کرے وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس شان سے حاضر ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا"

اسلام میں زہد وتقوٰے کا بڑا درجہ ہے، لیکن زہد کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ انسان جائز طریقے سے روپیہ کمانے اور صاحب استطاعت ہونے کے باوجود آرام وآسائش کی زندگی بسر نہ کرے۔ اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم نہ دلائے۔ اچھے خوشنما مکان میں نہ رہے، گھر میں ضروری فرنیچر نہ رکھے، بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار بندوں کو حکم دیتا ہے، کہ تم اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرو، تم پر اللہ کا جو فضل وکرم ہے اسے رہن سہن کے طریقوں سے ظاہر کرو۔ اگر جائز طریقے سے دولت کمانے والا انسان پھٹے پرانے کپڑے پہن کر سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتا پھرے تو اللہ کا فضل وکرم چھپانے کی حرکت کو کفرانِ نعمت قرار دیا جائے گا اور ایسے شخص کا شمار بخیلوں کے اُس زمرے میں ہوگا، جس کی مذمت اللہ اور اس کے آخری نبی نے کی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ الاعراف کی ۳۲ ویں آیت میں فرماتا ہے:۔

Marfat.com

(ترجمہ) "اے نبی آخرالزماں، پوچھو کہ اللہ نے زیب وزینت اور کھانے پینے کی جو پاک چیزیں اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، انہیں کسی نے حرام قرار دیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دُنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں، اور قیامت کے دن وہ صرف انہی لوگوں کا حصہ ہوں گی، اللہ اسی طرح سمجھدار لوگوں کے لئے اپنی آیتیں وضاحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے۔"

دولت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہی ہیں گردش میں رہنے والی چیز۔ اسلام میں وہ دولت حرام قرار دیا جاتا ہے، جو مذہب واخلاق کے قوانین کو توڑ کر اس مقصد سے کمائی جائے کہ روپیہ کی گردش کو روک کر اسے تجوریوں میں منتقل کر دیا جائے یا صرف ذاتی عیش وعشرت پر خرچ کیا جائے، بیہقی کی روایت کے مطابق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا کی دولت صرف اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ (زراندوزی کے ذریعہ) بہت بڑا مالدار ہو جائے اور دوسروں کے مقابلے میں اپنی دولت مندی کی شان بگھارے، اور اگر کبھی کسی کو کچھ دے بھی تو محض اس لئے کہ لوگ اسے بڑا آدمی سمجھیں۔ ایسا شخص جب قیامت کے دن اللہ کے دربار میں پیش ہوگا، تو اللہ اس پر بہت غضبناک ہوگا۔"

تمام دنیا کے انسان معاشی اعتبار سے ایک سطح پر نہیں آسکتے ہیں، امیری وغریبی کا امتیاز ہمیشہ سے ہے، اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ اسلام دین فطرت ہے، اور غیر طبقاتی معاشرے کا قیام خلاف فطرت ہے، اسلام مساوات محمدیؐ کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ چاہتا ہے، جہاں امیر بھی ہوں، اور غریب بھی۔ لیکن امیری وغریبی کے امتیاز کی خلیج تنگ سے تنگ تر ہو جائے، جہاں معاشرے کے سب ہی افراد کو پُرسکون آرام وہ زندگی بسر کرنے کے یکساں مواقع ہوں،

Marfat.com

اور اللہ کا کوئی بندہ اپنے بنیادی حقوق وضروریات سے محروم نہ رہے۔ اسے روزی کمانے کے یکساں مواقع حاصل ہوں، ہر شخص صاف ستھرا لباس پہن سکے۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام۔ اپنی حیثیت کے مطابق کر سکے۔ غریب اگر بیمار پڑے تو اسے بھی دوا علاج کی سہولتیں حاصل ہوں، اور وہ کسی ہسپتال کے سامنے فٹ پاتھ پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے پر مجبور نہ ہو۔

اسلام اپنے دولت مند پیروؤں سے یہ نہیں کہتا کہ وہ اپنی ساری دولت اور ساری املاک غریبوں میں تقسیم کرے، خود فاقہ کشی کرے۔ بلکہ سورہ بنی اسرائیل کی ۲۹ ویں آیت میں مسلمانوں کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ:۔

(ترجمہ) "نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو، اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ کر دوسروں کے محتاج اور ملامت زدہ بن جاؤ" یعنی نہ تو کنجوس مکھی چوس بن جاؤ، اور نہ اسراف بیجا کے مرتکب ہو کر تباہ و برباد ہو جاؤ۔

اسلام دولت کا مخالف نہیں اور تکا نہ دولت کا مخالف ہے۔ اسلام آرام و آسائش کی معتدل زندگی بسر کرنے کے خلاف نہیں، عیش و عشرت اور رنگ رلیوں کے خلاف ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ۔ انسان محنت و مشقت کے ذریعہ جائز طریقوں سے روپیہ کمائے آرام و سکون کی زندگی بسر کرے۔ اور اعتدال و میانہ روی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد دولت کا ناگ بننے کی بجائے، اسے غریب بندگانِ خدا کے بنیادی حقوق کی فراہمی پر برضا و رغبت خرچ کر دے۔

اللہ تعالیٰ النساء کی ۳۶ - ۳۷ ویں آیتوں میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ):۔ اور تم سب اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ ماں، باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ رشتہ داروں، اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ رشتہ دار پڑوسی سے۔ اجنبی پڑوسی سے۔

Marfat.com

ساتھ بیٹھنے والے اور مسافر سے اور خدمت گار عورتوں مردوں سے جو تمہارے ماتحت ہیں۔ احسان کا معاملہ رکھو۔ یاد کرو کہ اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو مغرور ہو، اور اپنی بڑائی پر فخر کرے، اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں، جو کنجوسی کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ترغیب دیتے ہیں، اور جو کچھ انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے، اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کفران نعمت کرنے والوں کے لئے ہم نے ذلت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذہب کی چند ظاہری رسموں کو ادا کر دینا کافی نہیں بلکہ مذہب کی روح یہ ہے کہ اللہ کے غریب بندوں کے بنیادی حقوق ادا کرنے کے لئے انسان اپنا اچھا مال اللہ کی راہ میں بخوشی خرچ کرے۔

البقرہ کی ۱۷۷ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ) :- "نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان، اللہ کو، اور یوم آخرت کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال، رشتہ داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر۔ دست سوال دراز کرنے والوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کرے، نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ دے۔"

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوتا ہے :-

(ترجمہ) :- "رشتہ دار کو اس کا حق دو، اور مسکین و مسافر کو اس کا حق اور فضول خرچی نہ کرو، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔

دنیا میں امیری وغریبی کا جو فرق ہمیشہ سے قائم ہے اسے مٹانے کے لئے اسلام جبر و تشدد سے کام نہیں لیتا۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ دولت مند لوگوں کی ساری دولت

Marfat.com

زبردستی چھین کر اسے بنیادی حقوق یعنی روٹی کپڑا اور مکان کی فراہمی کے لیئے غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دولت دنیا سے مالا مال کیا ہے، وہ شیطان کے بھائی بن کر اسراف بیجا کے مرتکب نہ ہوں، اور سب کچھ اپنی رنگ رلیوں پر پانی کی طرح نہ بہا دیں، بلکہ اعتدال کے ساتھ اپنی ذاتی ضروریات پوری کر کے برضا ورغبت فراخ دلی وکشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے غریب رشتہ داروں، دوستوں، یتیموں، بیواؤں، مسکینوں، غریب الوطن مسافروں، ماتحت ملازموں، پڑوسیوں، ساتھ کام کرنے والوں وغیرہ کی مالی امداد کریں۔ تاکہ وہ اپنی بنیادی ضرورتیں پوری کر سکیں۔ اسلام میں زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا گیا ہے، قرآن مجید میں شاید ہی کوئی ایسا موقع ہوگا جہاں دین کے سب سے بڑے ستون نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی تاکید نہ کی گئی ہو، زکوٰۃ آمدنی پر نہیں بلکہ سرمایہ پر ٹیکس ہے، ہر صاحب حیثیت مسلمان از روئے شریعت اس پر مجبور ہے کہ اس کے پاس جو مال و دولت ہے اس پر ہر سال ۲½ فی صدر قم اللہ کے نام پر بطور زکوٰۃ نکالے، اور اسے غریبوں کی بنیادی ضروریات پر خرچ کرے، زکوٰۃ کے علاوہ انفاق فی سبیل اللہ ہے، یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ اس کے لیئے کسی شرح کا تعین نہیں بلکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی انسان کی جائز ضروریات سے زاید ہو اسے اللہ کی راہ میں غریبوں کی امداد پر خرچ کر دیا جائے۔

روٹی، کپڑا، اور مکان محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے، اور جو حکومت اپنے شہریوں کے اس بنیادی حق کی تکمیل نہ کر سکے۔ وہ حکومت کہلانے کی مستحق نہیں۔ ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی اور دولت مند سے دولت مند حکومت بھی اپنے لاکھوں کروڑوں شہریوں کی بنیادی

Marfat.com

ضروریات تنہا پوری نہیں کر سکتی۔ عوام کو ان کے بنیادی حقوق عطا کرنے کے سلسلے میں حکومت جو اقدامات کرے دولت مند طبقے کو اس سے فراخ دلی کے ساتھ اشتراک کرنا چاہیئے۔ اور اس اشتراک کو مذہبی فریضہ کی حیثیت حاصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ ونافلہ کی فراہمی کا اختیار مسلم حکومت کو دیا ہے۔ حکومت کو حق ہے کہ وہ دولت مندوں سے زکوٰۃ و صدقات خود وصول کرکے غریب عوام کے بنیادی حقوق پر اپنے انتظام سے خرچ کرے۔ فضول خرچی اور ایسی فضول رسموں کو روکنے کے لئے جو نمود و نمائش کے لئے کی جاتی ہیں، مسلم حکومت کو قانون بنانے کا حق ازروئے اسلام حاصل ہے۔

اسلام امیری و غریبی کے فرق کو زیادہ سے زیادہ حد تک کم کرکے ایک ایسا معاشرہ استوار کرنا چاہتا ہے، جہاں ہر صاحب استطاعت انسان اپنے غریب رشتہ داراں، دوستوں، پڑوسیوں اور مسکینوں کا سچا معاون ثابت ہو، وہ ان کے لئے وسائل معاش مہیا کرے، اگر ان سے کام لے تو معقول و مناسب معاوضہ بروقت ادا کرے۔ مکانوں اور کوارٹروں کی تعمیر میں ان کی مدد کرے، اور زکوٰۃ و انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ ایسی سہولتیں فراہم کرے، غریبوں کے بچے بھی حیوانوں کے بچوں کی طرح نہیں۔ بلکہ انسانوں کے بچوں کی طرح زندگی بسر کرسکیں

اسلام میں انسانوں کے بنیادی حقوق کا تصور اس قدر وسیع ہے کہ زکوٰۃ و انفاق کے ذریعہ غریبوں کی امداد کرنے والے شخص کے لئے یہ سوچنا بھی گناہ ہے کہ وہ غریبوں پر کوئی احسان کر رہا ہے، قرآن مجید نے احسان جتانے اور امداد کا طعنہ دے کر کسی غریب کا دل دکھانے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، امداد کرنے والے کو اس یقین کے ساتھ امداد کرنا ہے کہ وہ غریب بندگان خدا کا جائز حق

Marfat.com

ادا کر رہا ہے، اور وہ اللہ و رسولؐ کے حکم کے مطابق غریبوں کے بنیادی حقوق ادا کرنے پر مجبور ہے، ورنہ قیامت کے دن اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

غریبوں کے بنیادی حقوق ادا کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں غریبوں کی مدد کرنے کی حیثیت ایسی ہے کہ گویا اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دیا گیا۔ سورہ البقرہ کی ۲۴۴ ویں آئت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ):۔ "تم میں کوئی ہے جو اللہ کی قرض حسنہ دے، تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے"

سورۃ مزمل کی بیسویں آئت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(ترجمہ):۔ "اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو، اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے ہاں اور بھی بہتر اور صلہ میں عظیم تر پاؤ گے، اور اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو، بے شک اللہ غفور الرحیم ہے"

Marfat.com

باہمی مشورے

اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ کی ۳۶ ویں آیت سے چالیسویں آیت تک مومنوں کی جن صفاتِ حسنہ کا ذکر فرمایا ہے ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔ یعنی اہل ایمان اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق اسلامی معاشرے کا ایک بنیادی رکن مشورہ ہے۔ چونکہ قرآن مجید کے مخصوص انداز بیان کے لحاظ سے شوریٰ بَیْنَھُمْ کی صفت کو حکم کی حیثیت حاصل ہے، لہٰذا ایسے معاملات کو جن کا ملک وملت یا معاشرے کی اجتماعی مفادات سے ہو، باہمی مشورت کے بغیر محض اپنی ذاتی رائے، اور مطلق العنانی سے طے کرنا صاحب امر۔ یعنی ارباب اقتدار کے لئے ممنوع ہے، اگرچہ اسلام کے نظام شوریٰ اور مغرب کے پارلیمنٹری نظام میں فرق ہے، لیکن اگر غور کیجئے تو ظاہر ہوگا۔ آج جس چیز کو جمہوریت کہا جاتا ہے، اس کا سبق دُنیا کو اسلام نے پڑھایا ہے، اور یہی وہ دین فطرت ہے جس نے ڈکٹیٹر شپ اور آمریت کو ممنوع قرار دے کر ارباب اقتدار کو حکم دیا کہ وہ ملک وملت کے اجتماعی معاملات کا فیصلہ کرنے میں قوم کے باشعور اور اہل رائے لوگوں سے مشورہ کریں۔

اجتماعی معاملات کی اہمیت تو ظاہر ہے اسلامی اصول کے مطابق ہمیں اپنے ذاتی نجی اور گھریلو معاملات میں بھی باہم مشورہ کرنا چاہیئے۔ گھر کے معاملات میں میاں بیوی اور بال بچے الگ الگ من مانی چلانے کی کوشش کریں تو گھر کا نظام بگڑ جائے گا، انفرادی

Marfat.com

معاملات میں تو من مانی کے مضر اثرات محدود ہوتے ہیں، لیکن اگر ملک و قوم کے اجتماعی معاملات میں قوم کے معتمد نمائندوں کے ذریعہ شریک مشورہ نہ کیا جائے، اور کوئی ایک صاحب اختیار شخص تنہا اپنی رائے سے کوئی فیصلہ کرے تو غلط فیصلے کا خمیازہ سارے ملک اور پوری قوم کو بھگتنا پڑے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے، قرآن حکیم کے الفاظ میں آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ وحی الٰہی کے مطابق ہوتا تھا۔ پھر بھی اُمت کے دل پر باہمی مشورت کی اہمیت کا نقش جمانے کے لئے ہر اہم معاملے میں اپنے معتمد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مشورہ فرماتے تھے، اور صرف یہی نہیں بلکہ جس شخص سے مشورہ طلب فرماتے تھے، اُسے اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہوتی تھی۔

جنگ بدر میں جب ستر سرداران قریش گرفتار کر کے بارگاہ رسالتؐ میں پیش کئے گئے، تو حضورؐ نے صاحب امر مطلق ہونے کے باوجود قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ محض اپنی رائے سے نہیں کیا، بلکہ صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔ اس موقع پر اہل شوریٰ کو اظہارِ خیال کی پوری آزادی حاصل تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جو باہم بہترین دوست تھے۔ اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ایک ہی گنبد شریف میں پہلو بہ پہلو آرام فرما رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف رائے دی۔ اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اسیران بدر کے بارے میں حضور سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس فیصلے کو مشورت کے بعد اختیار فرمایا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کی رائے اس فیصلے کے خلاف تھی۔ ۱۔ جنگ احد کے فوراً بعد بنو ہوازن نے شدید جنگ میں اپنی خوفناک تیر باری کے ذریعہ

Marfat.com

مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ بنو ہوازن اس جنگ کو قطعی طور پر فیصلہ کن بنانے کے لئے اپنی عورتوں اور بچوں وغیرہ کو ساتھ لائے تھے، کہ وہ یا تو مسلمانوں کو بزعم خود بے نشان کردیں گے، یا ان کا بچہ بچہ موت کے گھاٹ اتر جائے گا اور پورے قبیلے میں ایک شخص بھی زندہ باقی نہ رہے گا۔ لیکن اس خوفناک جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو جنگ احد میں کافی نقصان اٹھا چکے تھے، فتح و نصرت عطا فرمائی۔ بنو ہوازن کے جو کثیر التعداد قیدی بارگاہ نبوت میں پیش کئے گئے، ان میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی دایہ حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ کی صاحبزادی یعنی سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی دودھ شریک بہن حضرت شیماؓ بھی شامل تھیں۔ ان کی شناخت پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اپنے بچپن کے واقعات ...... کی یاد تازہ ہوگئی لیکن حضورؐ نے دلی تاثرات کے باوجود بنو ہوازن کے اسیران جنگ کی رہائی اور مال غنیمت کی واپسی کا فیصلہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں کیا۔ بلکہ صحابہ کرامؓ سے مشورے کے بعد فرمایا ۔

صلح حدیبیہ میں کفار قریش کی پیش کردہ شرطوں کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ وغیرہ اکابر انصار کی رائے پر ہوا۔ اور باہمی مشورت کے بعد ہی حدیبیہ سے مکہ کو سفیر بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ۔ یعنی اپنے معاملات انفرادی رائے کے بجائے باہمی مشورت سے طے کرنے کا جو حکم دیا، اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حکم خداوندی کی تعمیل کے سلسلے میں اپنے اسوہ حسنہ سے جو مثالیں قائم فرمائیں، ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کسی ایک شخص کو اپنی دولت، ذہانت، اثر و رسوخ اور اختیار و اقتدار کے نشے میں دوسرے بندگانِ

Marfat.com

خدا کی قسمتوں کا واحد اجارہ دار بن بیٹھنے اور اپنی ذات کو دوسروں سے برتر سمجھنے کی جرأت نہ ہو۔ بلکہ وہ تمام متعلقہ افراد یا ان کے نمائندوں کے سامنے اصل صورت حال پیش کر کے ان سے مشورہ کرے۔ اور باہمی مشورت کے بعد جو کچھ بھی طے ہو اس کے مطابق قدم اٹھائے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں ضروری ہیں، ایک تو یہ لوگوں کو اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو۔ اور اگر انہیں اپنے سربراہ امور کے طریقہ کار میں کوئی غلطی نظر آئے تو وہ اسے ٹوک سکیں یا وضاحت طلب کر سکیں۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ایسے اجتماعی معاملات میں جن کا تعلق کسی بڑے گروہ یا پوری قوم سے ہو ان سب کو جمع کرنا۔ لیکن ممکن نہ ہو تو مشورہ ایسے نمائندوں کے ذریعہ کیا جائے جو اس بڑے گروپ یا قوم کے معتمد ہوں۔ اور انہیں آزاد رائے سے کسی دباؤ کے بغیر منتخب کیا گیا ہو۔

دنیا سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عہد خلافت بہت مختصر رہا یعنی تقریباً سوا دو سال۔ اور اس مختصر مدت کا بھی بڑا حصہ فتنہ ارتداد کی سرکوبی اور بیرونی فتوحات میں گزرا۔ اسلامی ریاست وحکومت کے نظام کا جو خاکہ تھا، اس میں رنگ بھرنے اور تفصیلات مرتب کرنے کا شرف امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کو حاصل ہے۔ ان کا قول تھا کہ "لاخلافۃ الا عن مشورۃ" یعنی مشورے کے بغیر خلافت سرے سے جائز نہیں۔ روزمرہ کے معاملات انجام دینے کے لئے آپ نے چند ممتاز ترین اکابر کی ایک کونسل قائم کر رکھی تھی، جسے آپ چاہیں تو موجودہ دور کی کابینہ سے تشبیہہ دے سکتے ہیں۔ اس کابینہ کے اجلاس جس میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے اکابر شامل تھے، مسجد نبوی میں جمع ہوتے تھے، جب کوئی

Marfat.com

اہم معاملہ درپیش ہوتا تو انصار و مہاجرین کے تمام قبیلوں کے معتمد و منتخب نمائندوں کا عام اجلاس طلب کیا جاتا تھا، جسے آپ موجودہ دور کی پارلیمنٹ یا قومی اسمبلی کا اجلاس کہہ سکتے ہیں۔ یہ اجلاس ضرورت کے مطابق کئی کئی دن تک جاری رہتا تھا، پوری آزادی کے ساتھ پرجوش تقریریں ہوتی تھیں، اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلے کئے جاتے تھے، اور بعض اوقات سربراہ مملکت امیرالمؤمنین کی رائے سے بھی اختلاف کیا جاتا تھا۔ طاعون پھوٹنے کے موقع پر جب امیرالمؤمنین حضرت فاروق اعظم رضؓ نے اجلاس عام میں طویل بحث کے بعد کثرت رائے سے مسلمان فوجوں کو شام وغیرہ کے طاعون زدہ علاقوں سے واپس بلانے کا فیصلہ کیا تو بھرے اجلاس میں حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے عمرؓ قضائے الٰہی سے بھاگتے ہو، امیرالمؤمنین حضرت فاروق اعظمؓ نے جواب میں ناراض ہونے کے بجائے بہت صبر و سکون سے جواب دیا۔ " ہاں ہم اللہ کے حکم سے بھاگتے ہیں، اللہ ہی کے حکم کی طرف باہمی مشورت کے سلسلے میں حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے اسے لازم ہے کہ صحیح مشورے دے اور اپنے کو مشورہ دینے والے کا امین سمجھے۔ گویا جس شخص نے کسی ذاتی مفاد کے پیش نظر غلط مشورہ دیا۔ یا زیر بحث معاملہ کی رازداری نہ کی وہ امانت میں خیانت کا مرتکب ہوا۔ اور اسلام نے امانت میں خیانت کو جس قدر سنگین جرم قرار دیا ہے، اس کے اظہار کی ضرورت نہیں، حضورؐ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ اس شخص سے کیا جائے، اور معتمد و نمائندہ ایسے شخص کو منتخب کیا جائے، جو حق پرست ہو۔ بے لوث ہو۔ کسی ترغیب و تبدیر سے متأثر نہ ہو، اور مشورہ طلب معاملہ کو رازدار کر سکے۔

آخر میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ باہمی مشورت کی شرط صرف ایسے

Marfat.com

حالات تک محدود ہے جواز روئے شریعت جائز اور دائرہ دین کے اندر ہوں۔
جو امور اسلام نے حرام و ناجائز قرار دیئے ہیں۔ مثلاً قوم و معاشرے سے غدّاری۔
چوری، ڈکیتی۔ قتل وغیرہ ان میں مشورہ کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم مشورت کی تعمیل نہیں۔
بلکہ اس کے خلاف بغاوت ہے، اور اسے مشورت نہیں بلکہ سازش کہا جائے گا۔
کسی سازش میں شریک ہونا شرکائے سازش کو مشورے دینا جرم ہے، کسی
مجرمانہ سازش کا راز متعلقہ افراد جو مقام پر ظاہر کر دینا۔ خیانت نہیں بلکہ عین
اسلامی و قومی فریضہ ہے۔

Marfat.com

عہد کی پابندی

اسلام میں پابندی عہد کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی صفت قرار دیا ہے،

سورہ النساء کی ۱۲۲ دیں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ)۔" اللہ کا عہد سچا ہے، اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہو سکتا ہے "

سورہ آل عمران کی لویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۔ بیشک اللہ اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہیں۔

مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اللہ کے رنگ میں رنگ جائے، اور عہد کی پابندی کو جو درحقیقت اللہ کی ایک صفت ہے، اپنا مستقل شعار بنا لے۔ سورہ البقرہ کی ۱۳۸ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ترجمہ" اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو سکتا ہے۔ اور ہم سب اسی کے بندے ہیں "

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے بندوں کو بار بار عہد کی پابندی کا حکم دیتا ہے۔ سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

"(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو"

سورہ بنی اسرائیل کی ۳۴ دیں آیت میں حکم ہوتا ہے۔

"ترجمہ۔ اپنا عہد پورا کرو بے شک عہد کی بازپرس ہوگی"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سورہ النحل کی ۹۵ ویں آیت میں عہد توڑنے کی سخت ممانعت فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"ترجمہ:۔ اللہ کے عہد کو تھوڑے سے فائدے کے لئے نہ بیچ ڈالو"

اس آئت کا مطلب یہ ہے کہ عہد اللہ تعالیٰ کی وہ مقدس امانت ہے، جسے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی قیمت پر بھی فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی ساری نعمتیں اور آسائشیں اور سہولتیں ہیچ ہیں۔ جیسا کہ سورہ آل عمران کی ۱۸۵ ویں آئیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

"ترجمہ:۔ دنیا کی زندگی ایسی ہے کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار جسے انسان اور حیوان سب کھاتے ہیں۔ خوب گھنی ہو گئی۔ پھر اُس وقت جبکہ زمین بہار پر تھی۔ اور کھیتیاں لہلہا رہی تھیں۔ اور ان کے مالک سمجھ رہے تھے کہ وہ ان سے فائدہ حاصل کرنے پر قادر ہیں۔ یکایک رات کے وقت یا دن کے وقت حکم صادر ہو گیا۔ اور ہم نے اُسے ایسا غارت کر دیا جیسے وہاں کچھ بھی نہ تھا"

ایک مسلمان پر عہد کی پابندی فرض ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے مطابق جس بات کا عہد کرے، اس پر زندگی کے آخری سانس تک قائم رہے۔ اور دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی ترغیب و تحریص اس کے قدموں کو جنبش نہ دے سکے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ رعد کی بیسویں آیت میں اہل دانش کی جو تعریف فرمائی ہے اس میں عہد کی پابندی کی صفت بھی شامل ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

"ترجمہ:۔ ان کا عہد پختہ ہوتا ہے، وہ اپنا عہد پورا کرتے ہیں۔ اور اسے مضبوط باندھنے کے بعد توڑتے نہیں"

Marfat.com

اس کے برعکس سورہ رعد کی ۲۵ ویں اور سورۂ اعراف کی آئت ۱۰۲ میں عہد کی پابندی نہ کرنے والوں کو فاسقوں کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد پورا نہ کرنے والوں کو منافقوں کے گروہ میں شامل فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روائت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ عہد کرے تو پورا نہ کرے اور کسی چیز کا امین بنایا جائے تو خیانت کرے"

مسلم کی روایت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بیان کرنے کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا "چاہے وہ شخص نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو۔ اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو"

دوسرے الفاظ میں اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص جھوٹ بولے۔ جس شخص کو عہد کا پاس نہ ہو۔ اور جو شخص امانت میں خیانت کا مرتکب ہو، اس کی ساری عبادت بیکار ہے، اور اس کی زبان پر اسلام کا دعوے کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اپنے عہد کی پابندی نہ کرنا۔ اور وعدہ کر کے مکر جانا درحقیقت جھوٹ کی ایک عملی قسم ہے۔ اور اسلام میں جھوٹ سے بچنے کی جس قدر سخت تاکید کی گئی ہے، اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ وعدہ ایک طرح کا قرض ہے (لہٰذا اس کو ادا کرنا چاہیے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہونے سے پیشتر بھی پابندی عہد کا بے انتہا خیال فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ قوم قریش میں ایک متنفس ایسا نہ

Marfat.com

تھا جو عہد اور قول و قرار کی پابندی میں محمد بن عبداللہ الہاشمیؐ کی ہمسری کا دعوےٰ کر سکے۔

بارگاہِ الٰہی سے نبوت و رسالت کا تاج عطا ہونے سے پیشتر کا ایک واقعہ ابو داؤد میں نقل کیا گیا ہے، عبداللہ بن ابی الحمسا کہتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے میں نے رسول اللہ سے خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا۔ کچھ رقم تو سودے کے وقت ہی ادا ہوگئی۔ باقی رقم کے واسطے میں نے تھوڑی دیر بعد آنے کا وعدہ کیا۔ اور رسول اللہ سے (جو اس وقت نبیؐ نہ تھے،) وعدہ لے لیا کہ میں جب تک واپس نہ آؤں آپؐ یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ عبداللہ بن ابی الحمساء کہتے ہیں کہ میں دوسری مصروفیتوں میں اپنا وعدہ بھول گیا تیسرے دن یاد آیا۔ اور میں پہنچا تو آپؐ اسی جگہ موجود تھے۔

پاسِ عہد کے اس حیرت انگیز مظاہرے کے بعد بی بی آمنہ کے دُرِّ یتیم کو اس حرکت پر غصہ نہیں آیا، بلکہ عبداللہ بن الحمساء ہی کی روایت کے مطابق اگر ارشاد فرمایا تو صرف یہ کہ:۔

”تم نے مجھے مشکل میں ڈال دیا۔ میں تین دن سے تمہارے انتظار میں یہیں ہوں“

اگرچہ شریعت اسلامی نے اس ناقابلِ برداشت حد تک عہد کی پابندی کو ضروری قرار نہیں دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہٗ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ”ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے ایک مقررہ وقت اور مقام پر ملنے کا وعدہ کیا، پہلا شخص وعدے کے مطابق وہاں پہنچ بھی گیا اور آنے کا وعدہ کر جانے والے شخص کی آمد کا کافی دیر تک انتظار بھی کرتا رہا۔ تو اس نے عہد کی پابندی کا حق ادا کر دیا۔ اب اگر نماز کا وقت آ جانے پر پہلا انتظار کرنے والا شخص نماز

Marfat.com

پڑھنے چلا جائے یا کسی دوسری ضرورت سے چلا جائے تو اس پر عہد شکنی کا الزام عاید نہیں ہوگا۔"

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبیؐ مقرر ہونے سے پہلے رسول پیشتر کا جو واقعہ عبداللہ بن ابی الحمسار کی زبانی بیان کیا گیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوانی میں بھی عہد کی پابندی کو کس ناقابل قیاس حد تک ضروری سمجھتے تھے۔ لہٰذا ہر عاشق رسول کا فرض ہے کہ اپنے آقا و مولا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ قبل بعثت سے پاس عہد کا سبق سیکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "جو شخص اپنے عہد کا پابند نہیں اس کا ایمان میں کوئی حصہ نہیں۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا اتفاق بہت کم ہوا کہ رسول اللہ ؐ نے اپنے کسی خطبہ میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو کہ "جس شخص میں دیانت نہیں اس میں ایمان نہیں جس شخص میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔"

یعنی دیانت داری اور عہد کی پابندی، ایمان و اسلام کے دو ایسے لوازم ہیں، جنہیں جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ کسی شخص کا ان سے محروم ہونا درحقیقت دین و ایمان سے محرومی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بات کا زبان سے عہد کرے۔ لیکن اس کی نیت عہد پورا کرنے کی نہ ہو تو ضابطہ اسلام کے مطابق یہ نہ صرف ایک فریب بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس صاف وصریح حکم کی خلاف ورزی بھی ہے، کہ زبان سے ایسی کوئی بات نہ نکالو جو تم نہیں کر سکتے

Marfat.com

یا دوسرے معنی میں کرنا نہیں چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی ۹۱ ویں آیت میں عہد شکنی یا جھوٹے عہد کرنے سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

"ترجمہ۔ جب تم نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اسے پورا کرو، اور پختہ قسمیں کھانے کے بعد انہیں نہ توڑو۔ کیونکہ اللہ کو تم اپنے اوپر گواہ بنا چکے ہو، اور اللہ تمہارے سارے افعال سے باخبر ہے۔"

اس آیت شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب دو آدمی آپس میں کوئی جائز عہد کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ گواہ بن جاتا ہے، اور عہد کو توڑنے کے معنی یہ ہوئے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی گواہی کا بطلان کیا گیا ہے، اس سے بڑھ کر گناہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

اللہ کی نظر میں عہد پورا کرنے والوں کا بڑا درجہ ہے۔ چنانچہ سورۃ معارج میں جن لوگوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ۔ "وہ عزت کے ساتھ باغوں میں۔ یعنی جنت میں رہیں گے۔" اُن میں عہد کی پابندی کرنے والے بھی شامل ہیں۔ عہد دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ ایک ذاتی یعنی وہ عہد جو دو شخص آپس میں کریں۔ اور دوسرا اجتماعی یعنی وہ عہد جو ایک جماعت دوسری جماعت سے یا ایک قوم یا حکومت دوسری قوم یا حکومت سے کرے، ان دونوں قسم کے معاہدوں کی پابندی بشرطیکہ وہ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہوں۔ مسلمانوں پر واجب ہے اور اس میں فریق ثانی کے مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کی شرط نہیں، جو عہد کسی غیر مسلم فرد یا غیر مسلم قوم و حکومت سے کیا جائے، اس کی پابندی بھی مسلمانوں کو کرنی پڑے گی۔

صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ

Marfat.com

کے درمیان عہد ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص مدینہ منورہ سے فرار ہو کر مکہ معظمہ چلا جائے، تو اسے قریش پناہ دیں گے، اور اسے مسلمانوں کے حوالے نہیں کریں گے لیکن اگر کوئی شخص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا جائے تو اسے مسلمان اپنے دامن میں پناہ نہیں دیں گے، اور کفار مکہ کے حوالے کر دیں گے۔

اس عہد نامہ کے بعد قریش مکہ کے وحشیانہ مظالم سے جان بچانے کے لئے دو مسلمان مدینہ منورہ آئے، اور کفار قریش کے مطالبہ پر انہیں واپس کر کے ایفائے عہد کی حیرت انگیز مثال قائم کی گئی۔ موجودہ دور میں جسے دورِ تمدن کہا جاتا ہے، اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ دو ملکوں یا قوموں کے درمیان دوستی کا عہد ہوتا ہے، دونوں کے سفارتی تعلقات بھی ہوتے ہیں، پھر ایک ملک کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنے کے لئے عہد نامہ کی تنسیخ اور جنگ کا اعلان کئے بغیر دوسرے ملک پر اچانک حملہ کر دیتا ہے، لیکن اسلام اس قسم کی حرکتوں کی اجازت نہیں دیتا، قوم مسلم کسی دوسری قوم سے چاہے، وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، دوستانہ عہد کر لینے کے بعد خلوص دل سے اس کی پابندی پر شرعاً مجبور ہے، اگر فریق ثانی کی جانب سے یہ اندیشہ محسوس ہو کہ وہ عہد نامہ کی پابندی صاف دلی سے نہیں کر رہا ہے، بلکہ اسے اپنی مزید جنگی تیاریوں کا بہانہ سمجھتا ہے، اور موقع پاتے ہی جارحیت کا ارتکاب کر بیٹھے گا تب بھی مسلم قوم عہد کی پابند رہے گی، اور ریاکار دشمن پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کرے گی۔ اگر فریق ثانی کی جارحانہ و معاندانہ سرگرمیاں ناقابلِ برداشت ہو جائیں، تو اسلامی ضابطہ کی رو سے مسلم قوم اچانک حملہ نہیں کرے گی۔ بلکہ عہد نامہ کی تنسیخ کا اعلان کر کے دشمن کو خبردار کر دے گی، اب ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی عہد باقی نہیں رہا ہے، غرضیکہ عہد نامہ کی مدت کے اندر، معاہدے کی تنسیخ۔

Marfat.com

الٹی میٹم اور اعلان جنگ کے بغیر مسلمان قوم کے لئے دشمن پر حملہ کرنا جائز نہیں، بین الاقوامی عہدناموں کے سلسلہ میں اسلام کا مستقل بنیادی اصول ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ :-

" جب کسی کا معاہدہ دوسری قوم سے ہو جائے، تو اسے لازم ہے کہ عہد کی مدت ختم ہونے سے پہلے عہد کی گرہ نہ کھولے، یعنی عہد شکنی نہ کرے، اور اگر دوسرا خلاف ورزی کرے تو اس کا عہد برابری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی طرف پھینک دو، یعنی دھوکا باز دشمن کو عہدنامہ کی تنسیخ سے خبردار کردو "

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں رومی شہنشاہ سے صلح کا عہد کیا تھا۔ کچھ عرصے بعد اطلاع ملی کہ رومی شہنشاہ کے دل میں کھوٹ ہے، اور وہ عہدنامہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں تیز کر رہا ہے ، امیر معاویہ نے رومی شہنشاہ کی جارحیت کا سدباب کرنے کے لئے حکم دیا کہ روم کی سرحد پر مسلمان فوجیں مجتمع ہو جائیں، اور رومیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ان کے علاقے پر اچانک حملہ کردیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رض دربار دمشق میں موجود تھے انہوں نے امیر معاویہ کو سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد سنایا جو اوپر عرض کیا گیا ہے، اور امیر سے کہا کہ عہدنامہ کی مدت کے اندر آپ پر عہد کی پابندی لازم ہے ۔ اور رومی شہنشاہ کے جارحانہ عزائم اور جنگی تیاریوں کا علم ہو جانے کے باوجود آپ اس وقت تک رومی علاقے پر حملہ نہیں کر سکتے، جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عہدنامہ کی تنسیخ کا پہلے اعلان نہ کر دیں۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رض نے عہد کی پابندی کے سلسلہ میں اسلام کے اس

Marfat.com

بنیادی اصول کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور جارحیت پسند، اور موقع کے متلاشی رومیوں کے علاقے پر حملہ کرنے میں پہل نہیں کی۔ یہ ہے اسلام میں عہد کی پابندی کا احترام!

Marfat.com

ملاوٹ گناہ ہے

ایذا رسانی جس کی انتہائی صورت موت کے گھاٹ اتارنا ہے دو طرح کی ہوتی ہے ایک انفرادی۔ دوسری اجتماعی۔ انفرادی صورت تو یہ ہے کہ ذاتی دشمنی کی بنا پر کسی کو لاٹھی وغیرہ سے مار کر اس کا ہاتھ پیر توڑ ڈالے جائیں یا چاقو کے وار سے یا گلا گھونٹ کر موت کی گہری نیند سلا دیا جائے۔ اجتماعی صورت یہ ہے کہ پینے کے پانی میں زہر ملا دیا یا کیمیاوی جراثیم چھوڑ کر پوری پوری بستیاں اجاڑ دیں۔ انفرادی جرم کا اثر مضروب یا مقتول یا زیادہ سے زیادہ اس کے چند ورثا تک محدود رہتا ہے لیکن جب لوگوں کو اجتماعی طور پر معذور و ہلاک کیا جائے تو اس کا اثر غیر محدود ہو جاتا ہے اجتماعی ہلاکت آتش دشمنی کے جذبے کے تحت متحارب ملک ایک دوسرے کے خلاف کرتے ہیں۔

لیکن جب کوئی شخص ایسے لوگوں کے خلاف اس جرم کا مرتکب ہو جن سے اسے کوئی دشمنی نہ ہو اور وہ اسی کے ہم وطن، ہم قوم اور ہم مذہب ہوں تو خیال کیجیے اس جرم کی سنگینی کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ آج یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب متحارب ممالک ایک دوسرے کے خلاف کیمیاوی زہر یا جراثیم خارج کر کے موت کا بازار گرم کرتے ہیں۔ تو ان کے پیش نظر دشمن ملک کی فوجی اور معاشی قوت کو مالی اعتبار سے تباہ کرنے کے بڑے بڑے منصوبے ہوتے ہیں، لیکن چند سو یا چند ہزار روپے کے فائدے کے لئے اپنے ہم وطن ہم قوم اور ہم مذہب لوگوں کی جان سے کھیلنا کہاں کا

Marfat.com

کی دانشمندی ہے، بوڑھوں، بیماروں، عورتوں اور بچوں کو ہلاک و معذور کرنا، بین الاقوامی طریقۂ جنگ کے بھی خلاف ہے، لیکن یہ کیا غضب ہے، کہ کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کے ذریعہ اپنے ہی اپنوں کی جانوں سے کھیلتے ہیں۔ اور جب کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کا سنگین اور بھیانک جرم انجام دیا جاتا ہے، تو اس بات کا خیال نہیں کیا جاتا کہ اس ملاوٹ کے اثرات بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر بھی پڑیں گے، ابھی کچھ ہی عرصہ کی بات ہے کہ کھانا پکانے کے تیل میں جب ڈیزل کی ملاوٹ کی گئی تو اس کے نتیجہ میں درجنوں آدمی ساری زندگی کے لئے مفلوج ہو گئے۔ ان میں بچے بھی تھے، عورتیں بھی اور بوڑھے بھی۔ جب ہم دوا میں ملاوٹ کرتے ہیں تو کاش ایک لمحہ کے لئے ضمیر کی یہ خلش محسوس کریں کہ یہ دوا ان بیمار بندگانِ خدا کو استعمال کرائی جائے گی، جن کا معاملہ پہلے ہی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

جب ہم اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ کا سنگین جرم کرتے ہیں تو کاش دو چار سیکنڈ کے لئے خدائے واحد قہار کے اس ارشاد پر غور کریں۔

"ترجمہ:" بچو اس فتنہ سے جس کا اثر صرف انہی لوگوں تک محدود نہیں رہے گا، جنہوں نے تم سے گناہ کیا ہو، اور جان رکھو اللہ سخت سزا دینے والا ہے" (پارہ ۹ آیت ۲۵ سورۂ انفعال)

یعنی ملاوٹ کے عذاب سے بہت سے بے گناہ بھی متاثر و معذور ہو جائیں گے، جن کا گناہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ انہوں نے اپنے خون پسینے کی کمائی کے پیسے تمہارے حوالے کرکے تم سے کھانے پینے کی کوئی ایسی چیز خریدی جس میں تم نے بددیانتی اور ناجائز کمائی کی نیت سے مضر صحت

Marfat.com

چیز ملا دی۔

اللہ تعالٰے نویں پارے کی چھبیسویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ "ہم نے تمہیں پاک رزق پہنچایا تاکہ تم شکر گزار بنو"

اے ملاوٹ کرنے والو! میں تم سے پوچھتا ہوں، اور تم جواب دو! کیا اللہ کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کا طریقہ یہی ہے، کہ تمہارا ربِ غفور تو تمہیں کھانے پینے کی خالص اور پاک چیزیں عطا کرے، اور تم اس میں ملاوٹ کرکے خود حرام رزق کھاؤ، اور دوسرے بے گناہ لوگوں کو مضر صحت چیزیں کھانے پر مجبور کرو۔ اللہ نے تمہیں پاک رزق دوسروں تک پہنچانے کا ذمہ دار قرار دیا ہے، تاکہ تم شکر گزار بنو۔ کیا اپنے خالق و محسنِ حقیقی کی رضا جوئی تم پہ لازم نہیں ہے، اور کیا اس کے پاک و طیب رزق کو مضر صحت چیزوں کی آمیزش سے ناقابل خوراک بنا دینا بدترین ناشکری نہیں ہے۔ تم صارفین کو خالص و طیب رزق پہنچانے کے امین بنائے گئے ہو، تم اس امانت میں خیانت کرتے وقت قرآن مجید کی اس آواز سے اپنے کان کیوں بند کر لیتے ہو۔

ترجمہ:۔ "تم جان لو کہ اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو"

روٹی کے ٹکڑے پیس کر آٹے میں ملانا، سرخ مرچوں میں گیرو کی آمیزش پسے دھنیے میں برادہ کی ملاوٹ وغیرہ سخت مضر صحت ہیں، اور بعض ملاوٹ تو اس قسم کی ہوتی ہے، کہ انسان اسے استعمال کرنے سے ہمیشہ کے لئے معذور ہو جاتا ہے۔ یہ شرمناک سنگدلی قرآنی تعلیمات سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک متفق علیہ روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "جو لوگ دوسروں پہ رحم نہیں کرتے اللہ ان پہ رحم

Marfat.com

نہیں کرے گا۔" اس حدیث میں "الناس" کا لفظ عام ہے، جس کے زمرہ میں ہر شخص آتا ہے، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم یہ ساری بے رحمی کیوں ہوتی ہے، ملاوٹ کا سنگین جرم کیوں سرزد ہوتا ہے؟ صرف مال و دولت کی ہوس میں اس حرص و ہوس کا انجام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تیسویں پارے کی سورۂ تکاثر میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "تم کو مال کی بے انتہا طلب نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔ پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو اگر جانتے تم یقین کرنا۔ تو ضرور دوزخ کو دیکھو گے، یقین کی آنکھ سے۔ اس دن پوچھے جائیں گے۔ دنیاوی مال و دولت کے مزے۔"

انسان اشیائے خورد و نوش میں مضر صحت چیزوں کی ملاوٹ اور آمیزش اس لئے کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت کما سکے، لیکن انسان کو اس بات کا یقین کرنا چاہیئے، کہ اسے وہی ملتا ہے جو اس کے مقدر میں ہوتا ہے، اگر اس کے مقدر میں نہیں تو روپیہ پیسہ اس کے ہاتھ اگر اس طرح آیا بھی تو اسراف بے جا، چوری، بیماری اور دوسری ناگہانی افتاد میں خرچ ہو جائے گا، اور وہ ایسا محسوس کرے گا، گویا پیسہ اس کے ہاتھ میں آیا ہی نہیں تھا۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔ "جو شخص دیانت اور استغنا سے مال کماتا ہے، اس کے مال میں برکت دی جاتی ہے، اور جو حرص و ہوس کے جذبے کے تحت مال حاصل کرتا ہے، اسے برکت نہیں دی جاتی۔ اور اس کی دولت ایسی ہے، جیسے کوئی کھائے جائے اور سیر نہ ہو۔"

Marfat.com

ملاوٹ کے ذریعے لوگوں کی صحت اور جانوں سے کھیلنا ایک سنگین معاشرتی برائی۔ بھیانک جرم اور انسانی بد بختی کی نشانی ہے۔ اسلام انسان تو انسان جانوروں پر بھی رحم کرنے اور ترس کھانے کا حکم دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہؐ نے ایک کتے پر ترس کھانے کو بخشش کی خوشخبری کا مستحق قرار دیا۔ مگر آج ترقی کے اس دور میں لوگ مال و دولت کی ہوس میں انسانی زندگی سے کھیلنا ایک کھیل سمجھتے ہیں۔ اور ایسے لوگ مال و دولت کے نشہ میں اس حد تک اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ مال و دولت کے مقابلے میں انسانی زندگی کی کوئی قدر و قیمت نہیں سمجھتے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ ملاوٹ کا گناہ اپنے سر لیتے ہیں، وہ ملاوٹ کو فریب کاری نہیں، بلکہ دولت اکٹھی کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ کسی شخص کو مال کی حقیقت سے بے خبر رکھ کر دھوکہ دینا ایسا بدترین گناہ ہے، جو ایک مسلمان کو دائرہ اسلام تک سے خارج کر دیتا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے۔

"جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں"

مال کی خرید و فروخت میں دھوکا بازی اس قدر سخت گناہ ہے۔ کہ حضورؐ نے دھوکے باز کو اپنی جماعت سے خارج فرمایا ہے، اس کے برخلاف ترمذی میں حضورؐ ہی کا ارشاد ہے کہ سچا اور ایماندار سوداگر انبیاء۔ صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ترکِ دنیا اور خدا کی راہ میں جان دینا ہی ضروری نہیں۔ بلکہ ایک سوداگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی فرمانبرداری اور سچائی اور ایمانداری کے ساتھ خرید و فروخت کے ذریعہ

Marfat.com

انبیائے کرام، صدیقین و شہدائے اسلام کی معیت و رفاقت تک حاصل کر سکتا ہے، مال میں ملاوٹ کرنا سنگین جرم ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر مال میں کوئی خرابی ہو تو اسے چھپاتے کی بجائے خریدار پر ظاہر کر دینا چاہیئے۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار میں ایک جگہ غلے کا ڈھیر دیکھ کر رک گئے، اور دستِ مبارک غلے کے ڈھیر میں داخل کیا۔ انگلیوں میں پانی کی نمی محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے غلے والے یہ کیا ہے؟ غلہ فروش نے عرض کیا یا رسول اللہ غلہ بارش میں بھیگ گیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "پھر تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہ رکھا، تاکہ خریدار دیکھ سکیں۔ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں"

چیزوں میں ملاوٹ ایک ایسی بیماری ہے جو دل کو لگ جاتی ہے تو آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتی۔

ملاوٹ کرنے والا اپنی ابتدائی کامیابی سے خوش ہوتا ہے، اور اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور اس میں زر کشی کا جذبہ فروغ پذیر ہوتا ہے، وہ بظاہر مذہبی ارکان و شعائر کی پابندی کرتا ہے، لیکن اس کے دل میں ملاوٹ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ روپیہ بٹورنے کی شیطانی ہوس بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کا وقت پورا ہو جاتا ہے، اور وہ اپنی انسان دشمنی کا انجام عذاب الیم کی شکل میں دیکھ لیتا ہے۔ خداوند کریم سورۂ بقر کی آٹھویں۔ نویں اور دسویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں، مگر درحقیقت وہ مومن نہیں، وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکے بازی کر رہے ہیں۔ وہ دراصل اپنے آپ کو

Marfat.com

دھوکا دے رہے ہیں، اور انہیں اس کا شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے، جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اور جو جھوٹ بولتے ہیں، اس کی پاداش میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

غور فرمایا آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس وعید پر! اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ کی عادت ایک بیماری ہے، جو نماز روزے کی ظاہری پابندی اور زبان سے اقرار اسلام کے بعد بھی گھٹنے کا نام نہیں لیتی۔ کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کرنے والے اپنے آپ کو لاکھ مسلمان کہیں، مگر وہ درحقیقت اسلام سے بہت دور ہیں۔ زبان سے اسلام اور اسلام پسندی کا ظاہری دعویٰ اور ساتھ ہی ملاوٹ کا گناہ دراصل اسلام کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانا۔ اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کو دھوکا دینے کی ناکام کوشش کرنا ہے، جس کا نتیجہ عذاب الیم کی شکل میں انہیں بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سوداگروں، تاجروں اور دوکانداروں کو ملاوٹ کے گناہ اور اس کے نتائج و عواقب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

فکر میں دیانت

اسلام میں دیانت پر بہت زور دیا گیا ہے، حضرت انس بن مالک رض کی روائیت کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبوں میں کئی بار ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"جس میں دیانت نہیں۔ اس میں ایمان نہیں۔"

گویا دوسرے الفاظ میں دیانت اور ایمان کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے، جو شخص ایمان کی نعمت و حلاوت سے بہرہ ور ہونا چاہیے، اس کے لئے دیانت دار ہونا ضروری ہے، دُنیوی اعتبار سے بھی کوئی قوم اس وقت تک فوز و فلاح کی منزل تک نہیں پہنچ سکتی جب تک اس کے افراد دیانتدار نہ ہوں، اگر لوگ بددیانتی اور بے ایمانی پر کمر باندھ لیں، تو خود سوچئے کہ اُس قوم یا معاشرہ کا کیا حشر ہوگا۔

عام طور پر دیانت داری سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ انسان لین دین میں خوش معاملہ ہو، وعدہ پورا کرے۔ کسی کی امانت میں خیانت کا مرتکب نہ ہو، تجارت میں بددیانتی نہ کرے، کم تولنے اور کم ناپنے کی لعنت سے اپنا دامن بچائے، کسی کو دھوکا نہ دے، دوسروں کے مال و متاع پر دست تصرف دراز نہ کرے، اور صرف اُسی آمدنی اور سامان زیست پر قناعت کرے، جو اللہ تعالےٰ اُسے جائز محنت کے ذریعہ اپنے خزانہ سے عطا فرماتا ہے۔

دیانت داری کی جو چند موٹی موٹی قسمیں عرض کی گئی، وہ یقیناً انسانی

Marfat.com

اخلاق کے تابناک جواہر ریزے ہیں، اور ہر قوم ومعاشرے کی ترقی کے لئے ان پر سختی سے عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بددیانت انسان کو اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ہے،

امانت میں خیانت نہ کرنا، اور جس شخص نے کوئی چیز بطور امانت رکھوائی ہو، اُسے طلب کرنے پر دیانت داری سے واپس کردینا۔ ایک مسلمان پر فرض ہے، اللہ تعالیٰ نے امانتوں کی واپسی کا حکم صاف الفاظ میں دیا ہے۔ امانت میں بددیانتی کرنے والوں کے متعلق سورہ البقرہ کی آیت ۱۶۱ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "جو کوئی خیانت کرے گا، وہ اپنی خیانت سمیت قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا، اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا"

اللہ تعالیٰ خرید وفروخت میں دیانت داری کا حکم دیتے ہوئے، سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ " انصاف کے ساتھ ٹھیک تول تولو۔ کم نہ تولو۔ جب ناپ کر دینا ہو تو پیمانہ پورا کر دیا کرو۔ اور تول کر دینا ہو تو ڈنڈی سیدھی رکھ کر تولو"

دوسری جگہ سورہ تطفیف میں بددیانتی کرنے والے تاجروں کو اسطرح متنبہ کیا جاتا ہے:۔

ترجمہ:۔ " خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرتے والوں کے لئے، جو لوگوں سے ناپ کر لیں، تو پوری ناپ لیں، اور جب اُن کو ناپ کر یا تول کر دیں

Marfat.com

تو کم تودیں. کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ وہ ایک بڑے سخت دن اٹھا لئے بھی جائیں گے، جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے "

دوسری جانب دیانت داری کی فضیلت کا ایک اندازہ ترمذی کی روائیت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے کیجئے کہ :۔

"سچا دیانت دار تاجر، نبیوں، شہیدوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا "

ترمذی کی اس روائیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فکر وعمل میں دیانت داری اس قدر عظیم الشان جوہر ہے کہ اس کی مدد سے انسان ترک دنیا کئے بغیر بازار میں بیٹھ کر بھی انبیائے کرام صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت کا ایسا شرف حاصل کر سکتا ہے جس سے بڑھ کر کوئی شرف ایک مسلمان کے لیے نہیں ہو سکتا لیکن دیانت داری کی اس عظمت وفضیلت کے ساتھ دو حقیقتوں کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ اس وقت تک صحیح معنے میں دیانت داری کے فرض سے سبک دوش نہیں ہو سکتے، جب تک آپ کا انداز فکر دیانت کے سانچے میں نہ ڈھل جائے اور دیانت داری کا مقدس جذبہ زندگی کا خون بن کر آپ کی رگوں میں نہ دوڑنے لگے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ دیانت داری کا دائرہ محض تجارت اور روپیہ پیسہ کے معاملات تک محدود نہیں، بلکہ بہت وسیع ہے، اور انسانی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے

اللہ تعالیٰ سورہ انفال کی ۲۷ - ۲۸ اور ۲۹ ویں آیات میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ :۔ "اے ایمان والو۔ اگر تم جانتے ہو، تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو، اور سمجھ لو کہ تمہارے مال اور اولاد آزمائش کی چیزیں ہیں، اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے، تو اللہ تمہیں حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت دے گا

Marfat.com

فرمائے گا۔ اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کر دے گا، اللہ بڑا صاحب فضل ہے۔"

ان آیتوں میں چار باتیں غور طلب ہیں۔

۱۔ دیانت داری کا دائرہ صرف دنیوی معاملات یعنی تجارت لین دین وغیرہ تک محدود نہیں، بلکہ اللہ و رسول کے کسی حکم کی خلاف ورزی بھی بد دیانتی اور خیانت ہے۔

۲۔ امانت محض وہ رقم یا مال و اسباب نہیں جو ایک شخص کسی دوسرے شخص کی دیانت پر بھروسہ کر کے اس کے پاس ایک مہینہ یا غیر معینہ مدت تک کے لئے رکھتا ہے، بلکہ امانت نام ہے اُن تمام فرائض اور ذمہ داریوں کا جو کسی فرد یا قوم کی جانب سے کسی شخص کی دیانت و خلوص پر بھروسہ کر کے اسے اجتماعی یا انفرادی طور پر سونپی جائیں، دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ شخص جس کو امین سمجھا گیا ہے ان تمام فرائض اور ذمے داریوں کو خلوص و دیانت کے ساتھ ادا کرے۔

۳۔ ان آیات سے تیسری بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ عمل و فکر میں دیانت کی روح کو بیدار کرنے کے لئے سخت ضرورت ہے کہ انسان اپنے ذاتی ثروت و اقتدار اور متعلقین کے مفادات کو ہمیشہ قابو میں رکھے، اور انہیں قوم کے عظیم تر مفادات پر غالب نہ آنے دے۔ قرآن مجید میں مال اور اولاد کو ذریعہ امتحان اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ انسان زیادہ تر اپنے ذاتی اثر و اقتدار یا اولاد کے فوائد کے لئے بد دیانتی کا مرتکب ہوتا ہے، اور امانت یعنی ان ذمے داریوں میں جو اسے افراد یا قوم کی جانب سے سونپی گئی ہیں، خیانت کرتا ہے۔

۴۔ چوتھی بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ انسان اگر اپنی فکر میں دیانت پیدا

Marfat.com

کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس میں حق کو باطل سے پرکھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے گی وہ اچھائی اور برائی میں آسانی سے امتیاز کرسکے گا۔ اور اپنے دامن کو برائیوں سے پاک رکھنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

بندوں کے معاملے میں تو دیانت داری یہ ہے کہ انسان لین دین میں بددیانتی نہ کرے، اور اپنے فائدے کے لئے دوسرے کو ذرہ برابر نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ و رسولؐ کی عطا کردہ امانت میں بددیانتی کیا ہے، جواب یہ ہے کہ:۔ اللہ و رسول کی امانت وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں۔ جو کتاب و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کو سونپے گئے ہیں، جنہیں فکر و دیانت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، ہماری فکر میں اگر دیانت پیدا ہوجائے تو ہماری زندگی کا ہر شعبہ اللہ و رسولؐ کی مرضی کے تابع رہے گا مثال کے طور پر اگر ہمارے ملک کو سیلاب کے تباہ کن اثرات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو جس شخص کی فکر میں دیانت ہے وہ اپنی ذات اور متعلقین کے محدود مفادات کو قوم کے عظیم تر مفادات پہ قربان کردے۔ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد میں دل کھول کر حصہ لے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سامنے رکھے:۔

"جس شخص نے میرے کسی امتی کی حاجت پوری کر کے اسے خوش کیا، اس نے اللہ کو خوش کیا، اور اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا۔"

جس مسلمان کی فکر میں دیانت ہو، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی روائیت کے مطابق رسول اللہ کی اس "امانت"، میں کس طرح بددیانتی کرسکتا ہے کہ:۔ وہ شخص مومن نہیں جو خود شکم سیر ہوکر کھائے اور اس کے برابر میں پڑوسی بھوکا ہو۔"

Marfat.com

فکری دیانت کا اہم تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف عقاید و عبادت بلکہ معاشرت، سیاست، معیشت، جنگ، صلح، اخلاق، غرضکہ تمام قومی معاملات میں نظم و ضبط قائم رکھنے کے لیے مسلمانوں پر جو پابندیاں عاید کی ہیں، ان کا احترام مدنظر رکھا جائے، اور نہ خود پابندیاں توڑے اور نہ دوسروں کو پابندیاں توڑنے کی ترغیب دے۔

اللہ و رسولؐ کی طرف سے عاید کردہ یہ بندشیں انفرادی بھی ہو سکتی ہیں، اور اجتماعی بھی، اللہ تعالیٰ سورہ المائدہ کے آغاز ہی میں حکم دیتا ہے۔

ترجمہ:۔ "اے ایمان والو، بندشوں کی پوری پابندی کرو۔"

ہمارے معاشرے میں بدقسمتی سے راز فاش کرتے اور افواہیں پھیلانے کی وبا بھی پھیلی ہوئی ہے، حالانکہ دیانت فکر کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر اہم قومی اجتماعوں میں ہم پر اعتماد کر کے کسی قومی راز کا امین بنایا جائے تو راز داری کا پورا احترام کریں۔ اور اُس راز کو دوسروں تک پہنچانے اور افواہیں پھیلانے سے قطعاً باز رہیں۔

ترمذی کی روایت کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ "جس شخص سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا جائے اس کے سپرد امانت کی جائے تو وہ اس کا امین ہے۔"

اگر کوئی شخص اپنے اعتماد زائل کر کے وہ راز فاش کر دے، تو وہ بددیانتی کا مرتکب ہوگا، اور اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ دیانت داری کے تمام زبانی دعووں کے باوجود ابھی اس کی فکر میں دیانت پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن اسے جہاں تک راز داری میں دیانت فکر کا تعلق ہے، یہ اہم حقیقت نظرانداز نہ کیجئے۔ شریعت اسلامی کی رو سے تین مجلسیں

Marfat.com

رازداری کی شرط سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۔ ایک وہ مجلس جہاں کسی کے خون ناحق کی سازش کی جائے۔

۲:۔ دوسری وہ مجلس جہاں کسی عورت کی عزت پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنے۔

۳:۔ تیسری وہ مجلس جہاں ملک وقوم کے مفاد کے خلاف سازش کی جائے۔

Marfat.com

اخلاصِ عمل

اسلام کا بنیادی مقصد مخلوق کو برائیوں سے بچا کر اخلاق حسنہ کو انتہائی بلندی تک پہنچانا ہے۔ بنی نوع انسان کو مفاسد کی پستی سے ابھار کر اخلاق حسنہ کی بلندی تک پہنچانے کا جو منشائے الٰہی ہے۔ اور جس مقصد کے لئے اللہ تعالٰی نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس کی تکمیل صرف اخلاص وللہیت کی تعلیم سے ہوتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ہر نیک کام طوعًا وکرہًا یا نمود ونمائش کے لئے نہیں بلکہ اپنا فرض سمجھ کر خوش دلی سے انجام دیں۔ اور اس نیت سے انجام دیں کہ ہمارا پروردگار ہم سے خوش ہوگا۔ اور ہم اس کی رحمتوں کے مستحق قرار پائیں گے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ تمام اچھے اخلاق و اعمال کی روح اخلاص وللہیت ہے۔ کوئی عمل چاہے ظاہری طور پر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی تہہ میں اخلاص للہیت کا جذبہ کار فرما نہیں اور اس میں نمود ونمائش کی خواہش یا کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے تو اللہ کریم کی نظر میں اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں۔ اللہ تعالٰی کے ہاں صرف وہی عمل کام آئے گا، چاہے وہ بظاہر کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ جو محض رضائے الٰہی کے لئے صالح نیت سے کیا گیا ہو۔ اور دین کی خاص اصطلاح میں اسی کا نام اخلاص ہے۔ اسلام میں غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی امداد پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ایک شخص محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کسی ذاتی غرض کے بغیر غریبوں کی امداد میں حسب حیثیت خرچ کرتا۔ اور "انفاق فی سبیل اللہ" کی مثال قائم کرتا ہے،

Marfat.com

دوسرا شخص محض دنیا کو دکھانے اور ذاتی شہرت حاصل کرنے کے لئے خیراتی اداروں کی تاسیس پر کافی دولت خرچ کر دیتا ہے۔ خرچ دونوں نے کیا مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو معمولی رقم محض اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کی گئی، اس رقم خطیر سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہے جو ذاتی شہرت اور نمود و نمائش کے لئے خرچ کی گئی۔ خداوند کریم نے اپنی آخری کتاب میں ان دونوں بندوں کی مثال پیش فرمائی ہے۔

سورہ نساء کے رکوع ۱۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ "اور ان لوگوں کی مثال جو محض اللہ کی رضا جوئی اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ایک ایسے باغ کی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو، اس پر بارش ہو تو دوگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ بھی پڑے۔ تو خیر ہلکا ترشح ہی سہی۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔"

جو لوگ نام و نمود کے لئے روپیہ رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کرتے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے قوم یا معاشرے پر احسان کیا۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "اے ایمان والو اپنے صدقات کو کسی پر احسان دھرنے اور طعنے دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھانے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔ اور اللہ و آخرت پر ایمان نہیں رکھتا (یعنی اس کے عمل میں اخلاص نہیں ہے) اس کی مثال اُس چٹان کی سی ہے، جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو، اور اُسے زوردار بارش بہا کر صاف کر ڈالے۔ یہ (ریاکار) لوگ اپنے اعمال کا کچھ بھی صلہ حاصل نہ کر سکیں گے۔ اور کفران نعمت کرنے والوں کو اللہ ہدایت کی راہ نہیں دکھاتا۔"

ہر نیک کام کے اجر کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر نیت میں اخلاص ہے تو وہ کام رب کریم کی بارگاہ میں مقبول و مستحق اجر ہے۔ اگر نیت میں اللہ کی

Marfat.com

رضا جوئی کے سوا کوئی دوسری غرض شامل ہے تو وہ کام صرف یہی نہیں کہ دربار خداوندی میں شرف قبولیت سے محروم رہتا ہے، بلکہ اس کے شرک کی ایسی قسم میں شامل کر دیا جاتا ہے جسے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ شرک خفی اور دوسری جگہ "شرک اصغر" بتایا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متفق علیہ روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ اعمال کا دارومدار بس نیت پر ہے۔ اور آدمی کو اس کی نیت کے مطابق ہی پھل ملتا ہے۔ جس شخص نے اللہ و رسولؐ کی طرف ہجرت کی (یعنی اس کی ہجرت کا مقصد اللہ کی رضا جوئی اور رسول اللہؐ کی اطاعت کے سوا اور کچھ نہ تھا) تو اس کی ہجرت درحقیقت اللہ و رسولؐ ہی کی جانب ہوئی۔ اور جس شخص نے دنیا کی کسی غرض یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت (الی اللہ والی الرسول نہیں بلکہ) اسی غرض کی جانب مانی جائے گی۔ جس غرض سے اس نے ہجرت کی ہے۔

اس حدیث شریف کی عظمت وحقانیت کا اندازہ اس طرح کیجئے کہ اس کے راوی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو روایت حدیث کے معاملے میں بے انتہا محتاط تھے۔ اسے سبھی ائمہ حدیث نے متفقہ طور پر صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور کئی محدثان کرام نے تو اپنی کتابوں کا افتتاح ہی اسی حدیث سے کیا ہے۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اُن مختصر احادیث میں شامل ہے جنہیں "جوامع الکلم" کہا جاتا ہے۔ یعنی مختصر الفاظ میں دین کے ایک بڑے حصے کی تشریح بنیادی طور پر کر دی گئی ہے۔ اکثر

Marfat.com

ائمہ حدیث کا فیصلہ ہے کہ اس حدیث کے صرف تین ابتدائی الفاظ :-
"انما الاعمال بالنیات" اسلام کے ایک تہائی حصّے کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ سیاسی۔ سماجی اور اقتصادی زندگی کا کونسا شعبہ ایسا ہے اعتقادیات و اعمال کا کونسا پہلو ایسا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کون سا گوشہ ایسا ہے، جس کی اچھائی یا برائی کو صرف ان تین الفاظ :-
"انما الاعمال بالنیات" کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا۔ اس سلسلے میں یہ نکتہ پیش نظر رکھیے کہ ارشاد رسولؐ کی روشنی میں لفظ "اعمال" کا اطلاق صرف ان امور پر ہوتا ہے۔ جو شرعاً جائز ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شقی القلب انسان اگر اس نیت سے قتل و غارتگری کو اپنا شیوہ بناتا ہے کہ وہ جبر و تشدد سے خوشحال لوگوں کو لوٹ کر ان کی دولت غریبوں کو تقسیم کر دے گا۔ یا کوئی مذہبی درسگاہ قائم کرنے کے لئے قماربازی اور چوری کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے تو وہ سخت گنہگار بلکہ اسلام کا باغی ہے۔ جو کام دینی و دنیوی قانون کے مطابق جرم ہیں۔ اور جن کے ارتکاب سے اللہ اور اس کے رسول نے حکماً منع فرمایا ہے ان میں اخلاص یا حسنِ نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کی حرکتوں کا مرتکب انسان دین کو مذاق بنانے کے جرم میں اللہ و رسولؐ کے غضب کا مستحق ہوگا۔ ناجائز حرکتوں کا تو ذکر ہی کیا وہ تو بہرحال قابل نفرت ملامت ہیں، اعمال صالحہ میں بھی اگر اخلاص شامل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ دنیا میں تمام امور کا فیصلہ ظاہری شواہد پر کیا جاتا ہے لیکن آخرت کا معاملہ برعکس ہے وہاں ہر بات کا فیصلہ ظاہری شواہد پر نہیں بلکہ باطنی اخلاص و پوشیدہ نیت پر کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر بوڑھے والدین کے دو بیٹے ہیں۔ ایک بہت بڑا تاجر ہے، لاکھوں روپیہ کماتا ہے، دولت سے کھیلتا ہے۔ اور شاہانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ دوسرا

Marfat.com

بیٹا کسی دفتر میں معمولی عہدہ پر ہے، اور اپنی حقیر تنخواہ میں بال بچوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ دولت مند بیٹا اپنے بوڑھے والدین کو پانچ سو روپیہ ماہوار صدقہ وخیرات سمجھ کر ذلت وحقارت کے ساتھ دیتا ہے اور دل میں یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے عمر رسیدہ والدین پر احسان کیا ہے۔ اس کے برعکس حقیر تنخواہ پانے والا بیٹا اپنے اہل وعیال کا دل مار کر پانچ دس روپیہ کسی نہ کسی طرح بچاتا ہے، اور عجز و انکسار کے ساتھ اپنے بوڑھے والدین کے قدموں میں ڈال دیتا ہے شرم وندامت کے آنسو بہاتا ہے کہ کاش آج ماں باپ کی کسی خدمت کے قابل ہوتا۔

ظاہر ہے کہ دنیا تو اس امیر کبیر بیٹے کی تعریف کرے گی جس نے اپنے بہت سے ملازموں اور لوازم عیش مہیا کرنے والے مصاحبوں کی بیش قرار تنخواہوں اور شاہانہ عطیوں کے ساتھ بوڑھے والدین کی بھی پانچ سو روپیہ ماہوار "تنخواہ" مقرر کر رکھی ہے یا "وظیفہ" باندھ رکھا ہے۔ لیکن آخرت میں اس دولت مند بیٹے کی کوئی قدر وقیمت نہ ہوگی۔ بلکہ فلاح وثواب کا مستحق قرار پائے گا۔ وہ غریب بیٹا جو اللہ ورسولؐ کے حکم کی تعمیل میں، اللہ ورسولؐ کی خوشنودی کے لئے بوڑھے والدین کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر ایک حقیر رقم ماں باپ پر قربان کر دیتا ہے، اور پھر شرم ندامت کے آنسو بہاتا ہے کہ وہ حق خدمت ادا نہ کر سکا۔ کون جانتا ہے کہ اخلاص عمل کی برکت سے غریب بیٹے کے یہی دو آنسو قیامت کے دن کام آجائیں۔

مسلم کی روایت کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا خلاصہ ہے کہ قیامت کے دن ایک شہید کو اس لئے جہنم میں جھونک دیا جائے گا کہ اس نے محض اخلاص عمل یا اللہ کی رضا جوئی کے لئے جہاد میں

Marfat.com

شرکت نہیں کی تھی، بلکہ لوگوں کو اپنی بہادری دکھانے اور شجاعت کے چرچے تازہ رکھنے کے لئے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ ایک عالم دین کو اس پاداش میں جہنم کے شعلوں کی نذر کیا جائے گا کہ اس نے خود کو عالم کہلانے کے لئے علم دین حاصل کیا تھا۔ پھر ایک دولت مند مخیر کو اس بنا پر جہنم میں اوندھے منہ دھکیل دیا جائے گا کہ اس نے اپنی دولت خالص اللہ کی راہ میں نہیں بلکہ اس نیت سے خرچ کی تھی کہ لوگ اس کو مخیر کہیں اور ہر جگہ اس کی سخاوت کے چرچے ہوں۔

عیدالاضحیٰ کے مہینے میں خداوند کریم ہر صاحب استطاعت مسلمان کو قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر یاد رکھئے کہ جانوروں کی قربانی کا مقصد محض اللہ کی رضاجوئی ہونا چاہیئے۔ اگر آپ نے بہت بیش قیمت دُنبے اور دوسرے جانور اس نیت سے خرید کر ذبح کئے کہ محلے اور علاقے میں دریا دلی کی دھوم ہوگی اور یار و احباب عمدہ مُرغن گوشت کھا کر تحسین و ستائش کے پھول برسائیں گے، تو باور فرمایئے کہ بستی میں آپ کی فراخ دلی و فراخ دستی کا چاہے کتنا ہی چرچا کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن آخرت میں۔

رنگ اخلاص سے محروم قربانی کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ صرف حسن نیت پر نظر رکھتا ہے۔ اور قربانیوں کے متعلق سورہ حج کی آیت ۳۷ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "اللہ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، اور نہ ان کا خون۔ لیکن اس کے پاس تمہارا التقویٰ پہنچتا ہے"۔

اسلام کی شان رحمت کے قربان جایئے کہ اخلاص عمل کا دامن اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ صدق و خلوص کے ساتھ کوئی نیک کام کرنا تو بڑی بات ہے محض فی سبیل اللہ کسی کار خیر کی محض نیت بھی داخلِ ثواب ہے۔

Marfat.com

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ایک نیکی کی نیت کی، لیکن وہ نیکی (عملی طور پر) انجام نہ دے سکا۔ تو اللہ اسے ایک مکمل نیکی کا ثواب عطا فرماتا ہے، اور اگر حسن نیت کے بعد وہ نیکی کر بھی گزرا تو اسے سات نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ،، اخلاص عمل کے بغیر تو نماز و روزہ جیسی اہم ترین عبادتیں بھی بے روح ہیں۔

مسند احمد کی روایت کے مطابق فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا، اور جس نمود و نمائش کے لئے خیرات کی اس نے شرک کیا۔!

مسند احمد ہی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین دربار سے ارشاد فرمایا:۔" مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ " شرک اصغر" کا ہے۔ بعض صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ شرک اصغر کا کیا مطلب ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ریا یعنی اخلاص کے بغیر محض لوگوں کو دکھانے کے لئے کوئی نیک کام کرنا۔"

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے شرک خفی کو فتنۂ دجال سے زیادہ خطرناک بتایا ہے۔ اور شرک خفی کی مثال یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو۔ پھر اپنی نماز کو صرف اس لئے طول دے کہ کوئی شخص اُسے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔

مسلم شریف میں ایک حدیث قدسی کے مطابق ہر اس نیک کام کو

Marfat.com

جو رنگ اخلاص سے محروم ہو۔ اور اس کی غرض اللہ کی رضا جوئی کے علاوہ کوئی ذاتی مقصد بھی ہو صاف الفاظ میں شرک قرار دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ میں شرک اور شرکت سے سخت بیزار و بے نیاز ہوں۔ پس جو شخص کوئی عمل (عبادت وغیرہ) کرے۔ جس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرے (یعنی میری رضا و رحمت کے علاوہ کسی اور سے بھی کچھ حاصل کرنا چاہے) تو میں اس کو اور اس کے شرک دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاصِ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس فسادِ نیت سے محفوظ رکھے۔ جسے شرک خفی اور شرک اصغر قرار دیا گیا ہے۔ (آمین)

Marfat.com

ایفائے عہد

اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کی پابندی ایک مسلمان پر فرض ہے، اور جو شخص اپنے پروردگار کے صاف وصریح حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو اس کی بدبختی اور سخت گنہگار ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ یہ عہد کی پابندی بھی رب کریم کے احکام میں شامل ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے۔

ترجمہ:۔ "اپنا عہد پورا کرو، بیشک عہد کی بازپرس ہو گی۔"

یعنی عہد شکنی ایسی کوئی معمولی اخلاقی لغزش نہیں جسے پروردگار اپنی شانِ رحمت سے نظر انداز فرما دے، بلکہ یہ ایسا سخت گناہ اور اللہ تعالیٰ کے ایک واضح حکم کی ایسی خلاف ورزی ہے جس کے مرتکب سے آخرت کے دن مواخذہ کیا جائے گا۔ سورۂ آل عمران میں خداوند کریم نے عہد شکنی کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ "یہی وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ ان سے بات بھی نہ کرے گا۔ اور نہ ان کی طرف نظر اٹھائے گا۔ اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۂ البقرہ کی آیت ۱۷۷ میں فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ "نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کر لو یا مغرب کی طرف۔ نیکی تو ان کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور اپنا مال اللہ کی محبت میں خرچ

Marfat.com

کیا۔ رشتہ داروں پر یتیموں اور مسکینوں پر اور مسافروں پر۔ اور سوال کرنے والوں پر اور لوگوں کی گردنیں چھڑانے پر۔ اور نماز کی پابندی کی۔ اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ اور جو عہد کیا اور اسے پورا کیا، اور تنگی و مصیبت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ سچے اور یہی لوگ پاکباز ہیں۔"

اس آیت شریف سے اندازہ فرمایئے کہ عہد کی پابندی کرنے والوں کو سچے دل سے ایمان لانے والوں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں، اور نماز و زکوٰۃ کے اہم فرائض انجام دینے والوں۔ اور مشیتِ الٰہی پر صابر و شاکر رہنے والوں کے زمرے میں شامل کیا گیا، اور انہیں راستباز و متقی کے خطابات سے نوازا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم و رفیق خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایسا بہت کم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔ اور یہ نہ کہا ہو کہ جس میں دیانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اور جس میں عہد کی پابندی نہیں۔ اس میں دین نہیں۔ سرکار دو عالم کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ دیانت داری اور عہد کی پابندی اسلام کے ضروری لوازم میں ہیں۔ جو شخص اللہ کے دینِ برحق کے ان دو اجزائے لاینفک سے محروم رہے وہ بہت بدنصیب اور دین و ایمان کی اصل حقیقت سے محروم ہے۔ یہ نکتہ پیش نظر رکھیئے کہ ایمان محض زبان سے اسلام کے نعرے لگانے کا نام نہیں۔ بلکہ دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ اگر یہ کیفیت نصیب نہ ہو تو دل حقیقی معنے میں دل نہیں بلکہ سینہ کے اندر دھڑکنے والا ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ زندہ و بیدار دل وہی ہے جو دین و ایمان کی حقیقت و کیفیت کے نور سے معمور ہو۔ جب دیانت داری اور پاس عہد کی برکت سے اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے دل کو اس نور سے نواز دے گا اس کا

Marfat.com

قلم گناہ کے بھیانک خارستانوں کی جانب کبھی نہ اٹھ سکے گا۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جس شخص میں یہ تین خصلتیں جمع ہو جائیں وہ منافق ہے۔ جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے۔ تو سمجھ لو کہ اس میں منافقت کی ایک خصلت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دے وہ خصلتیں یہ ہیں کہ جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھائی جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اسے توڑ ڈالے۔ اسی حدیث کی صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ چاہے وہ آدمی نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو۔ اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو" رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ مختصر ارشاد اس قدر جامع ہے۔ اگر اس کی تشریح و توضیح کی جائے۔ تو ایک اچھی خاصی کتاب کی ضرورت ہو گی۔ ذرا بھی غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ ان تینوں منافقانہ خصلتوں میں سب سے زیادہ سنگین عہد شکنی ہے، کیونکہ یہی وہ بنیادی خصلت ہے جس کی وجہ سے انسان جھوٹ اور خیانت و بد دیانتی کی دو منافقانہ خصلتوں میں بھی خود بخود مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص کسی دوسرے شخص سے کوئی وعدہ پیمان یا عہد کرتا ہے۔ لیکن بعد میں اپنے عہد و پیمان سے منحرف ہو جاتا ہے۔ اس کے صاف معنی ہیں کہ عہد شکنی کرنے والا جھوٹ کے گناہ کا خود بخود مرتکب ہوا۔ اگر عہد کرتے وقت اس کی نیت عہد پورا کرنے کی نہ تھی۔ بلکہ اس نے محض کام نکالنے کے لئے کوئی وعدہ یا عہد کر لیا تھا۔ تو وہ جھوٹا بھی ہے، اور منافق بھی اس بنیاد پر فقیہوں کا کہنا ہے کہ نکاح کے وقت اگر کوئی شخص وکیل اور گواہوں کی موجودگی میں ایک خاص معینہ رقم بطور مہر ادا کرنے کا زبانی وعدہ کرتا ہے لیکن اس کے دل میں عہد شکنی کا جذبہ متحرک ہے، اور اس

Marfat.com

کی نیت یہ ہے کہ وعدہ خلافی کا مرتکب ہو گا۔ اور مہر کی مقررہ رقم شادی کے بعد ادا نہیں کرے گا۔ تو نکاح باطل ہو جاتا ہے۔

عہد کی پابندی اس قدر اہم ہے کہ بچوں کو بہلانے کے لئے بھی والدین کو ایسی کوئی بات زبان سے نکالنے کی ممانعت کی گئی ہے جسے پورا کرنے کی نیت نہ ہو۔ ابوداؤد میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ایک روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ بچپن میں باہر کھیل رہے تھے۔ ان کی والدہ نے انہیں آواز دی۔ اور کہا گھر میں آجاؤ میں تمہیں چیز دوں گی۔ اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رونق افروز تھے۔ حضورؐ نے عبداللہ بن عامرؓ کی والدہ سے پوچھا کہ۔ اگر بچہ آ گیا تو تم اسے کیا چیز دو گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک کھجور دے دوں گی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یاد رکھو اگر یہ کہنے کے بعد تم نے بچے کو کھجور نہ دی تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جائے گا۔

امیر المومنین سیدنا حضرت علی علیہ السلام سے رسول کریمؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ عہد ایک طرح کا قرض ہے۔ یعنی عہد پورا کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا قرض ادا کرنا۔ قرض ادا نہ کرنے کی سخت تاکید اور ترہیب کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کیجئے جس کا خلاصہ و مفہوم یہ ہے کہ راہ خدا میں شہید ہونے والے کے سارے گناہ اللہ تعالےٰ معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اگر شہید کے ذمے کچھ قرضہ ہو تو قرضہ کا بار معاف نہیں ہوتا۔

اب دوسری منافقانہ خصلت خیانت پر غور فرمائیے۔ عام طور پر صرف مال میں خیانت کو بددیانتی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ درست نہیں۔ امانت صرف مال تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ راز جس کا امین کسی دوسرے کو بنایا جائے۔

Marfat.com

امانت ہے وہ سرکاری یا غیر سرکاری عہدہ جو کسی شخص کو تفویض کیا جائے۔ یا کوئی اہم خدمت کا حلف لیا جائے، امانت ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا راز فاش کرتا ہے جس کا وہ امین بنایا گیا تھا۔ یا سرکاری یا غیر سرکاری افسر اپنی تفویض کردہ خدمت ایمانداری سے انجام نہیں دیتا یا حلف کی پابندی نہیں کرتا تو وہ خیانت و بددیانتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے بددیانتی و خیانت کی دوسری منافقانہ خصلت کا بنیادی سبب بھی عہد شکنی ہے۔ لیکن یہ اہم نکتہ بھی پیش نظر رکھئے کسی ایسے راز کو فاش کرنا عہد شکنی نہیں جس کا تعلق ملک و قوم، معاشرہ وغیرہ کے خلاف چند شرپسند لوگوں کی خفیہ سازش سے ہو۔ بلکہ ایسے راز یا سازش سے متعلقہ حکام کو باخبر کردینا لازم ہے۔ یا اگر کسی شخص کو مجبور کرکے کسی خلاف شرع یا خلاف قانون بات کا وعدہ لیا گیا ہو۔ اس کے خلاف کام کرنا جائز ہے، اس کی وعدہ خلافی گناہ نہیں ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پابندی عہد کی ایک حیرت انگیز مثال اپنی ذات اقدس سے قائم فرمائی ہے۔ ابوداؤد کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ؛ سرکار دوعالمؐ نے ایک شخص سے وعدہ فرمایا کہ جب تک تم واپس نہ آؤ گے، میں اسی جگہ موجود رہوں گا۔ اتفاق سے وہ شخص بھول گیا۔ اور تین دن بعد واپس آیا تو حضورؐ اسی جگہ رونق افروز تھے۔

از روئے شریعت وعدہ کی اس حد تک پابندی کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ایک ارشاد کے مطابق ایک شخص وعدے کے مطابق مقررہ جگہ پر پہنچ گیا۔ اور کچھ دیر تک اس شخص کا انتظار کرتا رہا۔ جس نے طے کردہ مقام پر پہنچنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن وہ شخص نہیں آیا۔ کو انتظار کرنے والا اگر نماز پڑھنے یا کسی ضرورت سے چلا جائے

Marfat.com

تو اس پر عہد شکنی کا الزام نہیں آئے گا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کتاب وحکمت کے معلم تھے۔ اس لئے مسلمانوں کے دلوں میں عہد کی پابندی کا نقش انتہائی حد تک مرتسم کرنے کے لئے اپنی ذات اقدس اور عمل مبارک سے پابندی عہد کی اس قدر حیرت انگیز مثال قائم فرمائی۔

عہد کی پابندی میں مسلم یا غیر مسلم۔ دوست یا دشمن کا امتیاز نہیں۔ اگر کسی غیر دشمن قوم سے بھی دوستی یا عدم جارحیت کا معاہدہ کیا جائے تو اس کی پابندی بھی اس وقت تک مسلمانوں پر لازم ہے جبتک دشمن قوم اپنی عملی جارحیت سے اس معاہدہ کو نہ توڑ دے۔ جب فریق ثانی کی جانب سے عہد نامہ کی یک طرفہ دھجیاں اڑادی جائیں تو مسلمان بھی اس یکطرفہ پامال کردہ عہد نامہ کی پابندی سے آزاد ہیں۔

Marfat.com

بزرگوں کا ادب

اسلام میں بزرگوں کے احترام پر بہت زور دیا گیا ہے انسان کے مستقبل کا سارا دارو مدار اُس تعلیم و تربیت پر ہوتا ہے جو وہ اپنے بزرگوں کے دامن میں اور ان کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔ اگر بزرگوں کا احترام نہ کیا جائے، اور ان کے حقوق و احسانات کو فراموش کر دیا جائے تو انسانی معاشرے پر ترقی کی بنیادی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔ نہ کوئی اچھی تربیت حاصل کر سکے گا۔ اور نہ اس کا دل تعلیم کی روشنی سے منور ہو سکے گا۔

اسلام میں اللہ و رسول ؐ کے بعد بزرگی کے سب سے بڑے نشانات دو ہیں یعنی باپ اور ماں۔ یہی دو قابل احترام ہستیاں بڑے دُکھ اور بڑی تکلیفیں جھیل کر انتہائی محنت و کوشش سے بچے کو پالتی پوستی، پروان چڑھاتی اور زندگی میں حصہ لینے کے قابل بناتی ہیں۔

دنیا کا بڑے سے بڑا انسان پیدائش کے وقت محض گوشت ایک لوتھڑا ہی تو تھا۔ جس میں نہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی۔ نہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت۔ وہ گویائی کی قوت سے بھی محروم تھا۔ اور اپنی کوئی تکلیف یا ضرورت کا اظہار نہ کر سکتا تھا۔ یہ والدین کی جانفشانیوں کا ثمرہ ہے جو اس بے زبان گوشت کے لوتھڑے کی تمام ضرورتیں پوری ہوئیں۔ وہ تکلیفوں سے محفوظ۔ اور وہ شیر خوارگی اور بچپن کے دور سے گزر کر ایک کڑیل جوان کے روپ میں نمودار ہوا۔

چنانچہ اسلام میں سب سے زیادہ زور والدین کے ادب و احترام پر دیا گیا

Marfat.com

ہے، سورۂ لقمان کی چودھویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ)، "ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف جھیل کر اسے پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال دودھ چھوٹنے میں لگے۔ تو ہمارا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا۔"

قرآن مجید میں ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی مقامات پر لوگوں کو اپنے والدین سے بہترین سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ النساء کی ۳۶ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ)، "اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھو۔"

سورۂ انعام کی پندرھویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

(ترجمہ)، "(اے رسولؐ) ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔"

سورہ بنی اسرائیل کی ۲۳۔۲۴ ویں آیت میں فرمایا گیا ہے۔

(ترجمہ)، "تم کسی کی عبادت نہ کرو۔ مگر صرف اُس کی اور والدین کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھو۔ اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو کسی بات پر انہیں اُف تک نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑک کر جواب دو۔ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ ان کے ساتھ عجز و انکسار کے ساتھ جھک کر رہو اور دعا کرو کہ اے رب تو ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے رحمت و شفقت سے بچپن میں پالا تھا۔"

Marfat.com

یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ اپنے حق کے بعد والدین کے حق کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے حق کے بعد بندوں کے حقوق میں انسان پر سب سے مقدم حق اس کے والدین کا ہے۔ ایک مسلمان کو اللہ و رسولؐ کے بعد بزرگی کے سب سے بڑے مظہر والدین کا ادب شناس و خدمت گزار ہونا چاہیئے۔ اسلام میں ایسے معاشرے کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ جہاں اولاد اپنے والدین سے غافل و بے فکر ہو جائے۔ اور ان کے حقوق و احسانات کو فراموش کر کے سرکشی پر آمادہ ہو جائے بلکہ اسلام کا مقصد ایک ایسے صحت مند معاشرے کا قیام ہے جہاں اولاد اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کریں۔ اور انہیں بڑھاپے میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے نہ چھوڑ دیں۔

قرآن مجید کی جن آیات کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ان کی نوعیت محض ایک اخلاقی سفارش کی نہیں بلکہ حکم و تاکید الٰہی کی ہے، اور بعد میں انہی احکام الٰہی کی بنیاد پر والدین کے حقوق و احترام کی وہ تفصیلات مرتب کی گئیں جن سے حدیث و فقہ کی کتابیں پُر ہیں۔

اسلام بزرگوں کے ادب و احترام پر کس قدر زور دیتا ہے۔ اس کا ہلکا سا اندازہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے کیجئے کہ والدین کے حقوق کی ادائیگی، نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ سے زیادہ درجہ رکھتی ہے۔

دوسرے الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے والدین کا ادب و احترام نہ کرے اور ان کے حق کو نہ پہچانے اس کی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب اکارت ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت طلب کی۔

Marfat.com

غالباً اس کے سوا بوڑھی ماں کا کوئی کفیل نہ ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا، تم اپنی ماں کی خدمت کرو، اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق ایک شخص نے میدانِ جہاد میں جانا چاہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم جہاد کرنا چاہتے ہو تو پہلے ماں باپ سے اجازت حاصل کر لو۔ کیونکہ والدین کی اطاعت توحید کے بعد ہر چیز سے افضل ہے۔

اسلام نے نہ صرف والدین بلکہ ان کے بوڑھے دوستوں تک کے ادب و احترام کو ضروری قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میرے والدین دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، اب میں ان کے حقوق کس طرح ادا کر سکتا ہوں؟

جواب میں ارشاد ہوا، تم ان کے لئے دعا کرو۔ جو وصیت کر گئے ہوں اس پر عمل کرو۔ ان کے دوستوں کا ادب کرو اور جو لوگ تمہارے والدین کی زندگی میں ان سے قریب رہے ہوں ان سے ہر معاملے میں اعانت کرو۔"

حضرت حلیمہ سعدیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ رضاعت میں دودھ پلایا تھا۔ عرصہ دراز کے بعد وہ اپنی گودوں کے پالے ہوئے رسولؐ کو دیکھنے کے لئے مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو دیکھتے ہی ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھادی، اور فرطِ محبت سے فرمایا۔ "میری مہربان ماں۔ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو لے لیجئے" رسول اللہؐ نے ان کا بہت ادب کیا اور جب وہ رخصت ہونے لگیں تو مالِ غنیمت میں اپنے حصے کا سارا سامان حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرما دیا۔ بوڑھی حضرت حلیمہ کے لئے اتنا سامان ساتھ لے کر وطن واپس جانا

Marfat.com

بہت مشکل تھا۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا سامان منہ مانگی قیمت پر خرید کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضؓ کو نقد روپیہ دے دیا۔

بزرگوں کے متعلقین اور رشتہ داروں سے بھی حسن سلوک واحترام کی کتنی پاکیزہ مثال ہے کہ غزوہ حُنین میں بنو ہوازن نے اپنے حلیف قبائل سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سخت جنگ کی تھی اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔ بنو ہوازن اپنے مال و اسباب اور عورتوں اور بچوں کو بھی ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں آئے تھے تاکہ جنگ سے منہ موڑنے کا کوئی امکان باقی نہ رہے انجام کار غزوۂ حنین میں فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ بنو ہوازن کو شکست ہوئی اور ان کے چھ ہزار افراد گرفتار کر لیے گئے۔

اسیرانِ جنگ میں ایک بوڑھی خاتون بھی شامل تھیں۔ انہوں نے رسول اللہؐ کو دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضؓ کی بیٹی اور آپ کی دودھ شریک بہن ہوں۔ اور میرا نام شیماء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ثبوت طلب فرمایا۔ حضرت شیماء نے اپنے شانے پر سے کپڑا سرکایا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہمارا استاد جس کے ذریعہ ہم طلب علم کے فریضہ سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ جس کی محنت وجانفشانی سے ہم "اولو الالباب" کے خطاب کے مستحق قرار پائے۔ اور "وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْم" کے زمرے میں شامل ہو کر ایمان کے معیار کمال کو پہنچتے ہیں۔ وہ یقیناً ہمارے ادب و احترام کا مستحق ہے۔ استاد کی شان میں گستاخی و بے ادبی دراصل منصب و حکم رسولؐ کے خلاف سرکشی ہے۔ دوسرے رشتہ داروں کا ادب واحترام بھی ہم پر لازم ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تمہاری خالائیں، تمہارے

Marfat.com

مائیں ہیں۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یارسول اللہ! میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں۔ اس کی توبہ کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا" کیا تمہاری ماں زندہ ہے"؟

اس نے عرض کیا۔ "نہیں"

پھر دریافت فرمایا "کیا تمہاری خالہ زندہ ہے"؟

اس نے جواب دیا۔ "جی ہاں"

ارشاد ہوا "جاؤ اور اپنی خالہ سے حسن سلوک کرو"

ایک حدیث میں چچا کو بمنزلہ باپ بتایا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچی یعنی حضرت ابوطالب کی اہلیہ محترمہ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ہمیشہ انہیں "اُمّی" یعنی میری ماں کہہ کر مخاطب فرماتے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئیں اور ان کی قبر تیار ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو کر پہلے خود اپنی چچی کی قبر میں لیٹے اور اس کے بعد آپ کی چچی صاحبہ کا جسد مبارک نذر لحد کیا گیا۔

بیہقی کی روائت کے مطابق حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کے حقوق مثل باپ کے ہیں۔ یعنی چھوٹے بھائی کو اپنے بڑے بھائی کا اتنا ہی ادب و احترام کرنا چاہیئے جتنا ایک سعادت مند بیٹے کو اپنے باپ کا۔

بزرگوں کا ادب کرنے کے معاملے میں اپنے پرائے کا امتیاز نہیں۔ بلکہ ایک مسلمان کو ہر بزرگ کا ادب کرنا چاہیئے چاہے وہ غیر ہی کیوں نہ ہو۔

بیہقی کی روائت کے مطابق فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بوڑھے

Marfat.com

مسلمان کی عزت کرنا تعلیمات خداوندی میں شامل ہے"

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق فرمایا رسول کریمؐ نے کہ جو شخص چھوٹوں سے محبت اور بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہماری جماعت سے خارج ہے۔

ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "جس جوان نے کسی بوڑھے آدمی کا ادب اس کے بڑھاپے کی وجہ سے کیا، جب وہ خود بوڑھا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت واحترام کے لئے کسی اور شخص کو مقرر فرما دے گا"

اسلام میں بزرگوں کا ادب و احترام ایک عمومی حکم ہے جس میں نہ تو اپنے اور پرائے کا کوئی امتیاز ہے، نہ مسلم اور غیر مسلم کا۔ ہر بزرگ عزت کا مستحق ہے چاہے وہ اپنا ہو یا غیر، مسلمان ہو یا غیر مسلم۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ اسلام کی نعمت سے محروم رہی تھیں۔ ایک بار وہ اپنی صاحبزادی سے امداد حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آئیں۔

بخاری کی روایت کے مطابق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری ماں آئی ہیں اور مجھ سے مدد کی خواستگار ہیں۔ وہ مشرک ہیں کیا میں ان کی مدد کر سکتی ہوں۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "ہاں تم اپنی ماں سے بہترین سلوک روا رکھو"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگوں کے ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

Marfat.com

مقروض سے نرمی

معاشرے کی تعمیر کے سلسلے میں اسلام کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاشرے کو قرضداری اور گداگری سے پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اس کا منشاء مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو ترقی کرنے اور روزی کمانے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ ہر شخص اپنی صلاحیت اخوت کے مطابق جائز طریقے سے روزی کمائے، چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے۔ حیثیت کے مطابق سادہ زندگی اختیار کرے تاکہ اسے قرض یا بھیک مانگنے کی صورت میں کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص میانہ روی وسادہ زندگی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے"۔

ذاتی عیش وآرام پر روپیہ پانی کی طرح بہانے اور رنگ رلیوں پر اڑانے کے لئے روپیہ قرض لینا اسلامی نقطۂ نظر سے بھی گناہ ہے، اور قومی معاشرے کے لئے بھی یہ چیز تباہ کن ہے۔ لیکن زندگی میں کبھی کبھی ایسے مواقع بھی آجاتے ہیں جب انسان اپنی انتہائی شدید ضرورتوں کی وجہ سے قرضہ لینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے جو دین فطرت ہے۔ قرضہ لینے کو ناپسند تو ضرور کیا ہے۔ لیکن انسانی ضروریات کے پیش نظر اسے بالکل ممنوع قرار نہیں دیا ہے۔

بارہا ایسا ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی غریب حاجت مند انسان مالی امداد کے لئے حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے کسی صحابی سے خود روپیہ قرض لے کر

Marfat.com

غریب سائل کی حاجت پوری کردی۔ اور بعد میں قرضہ ادا فرما دیا۔

اسلام کی تعلیم کا جوہر یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی مسلمان کسی انتہائی ضرورت کے موقع پر قرضہ لینے پر مجبور ہو جائے تو وہ اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق روپیہ قرض لے، اور اُسے مقررہ مدت کے اندر اندر ادا کرے۔ قرآن مجید میں قرضہ کی ادائیگی کے لئے مدت کا تعین ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مقروض مقررہ مدت کے اندر قرضہ ادا نہیں کرتا تو وعدہ خلافی کا گناہ اس کے سر ہوگا۔ قرضہ کا بار کس قدر اہم ہوتا ہے، اس کا اندازہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کیجئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جان دے کر منصب شہادت پر فائز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، لیکن قرضہ کا بار شہید کے سر بدستور رہتا ہے۔

دوسری طرف اسلام نے صاحب استطاعت لوگوں کو دو حکم دیئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے مقروض سے نرمی برتیں۔ اگر دیکھیں کہ غریب مقروض اپنی مجبوریوں کی بنا پر قرضہ کی رقم معینہ مدت کے اندر ادا نہیں کر سکتا تو مدت میں فراخ دلی سے اضافہ کردیں۔ اگر دوبارہ مہلت پر بھی مقروض رقم ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو اُسے مزید مہلت دیں۔ یا اپنا قرضہ جزاً یا کلی طور پر معاف کردیں"

دوسرا حکم یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی بنیادوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے عطا کردہ مال کو اللہ کے غریب بندوں پر فراخ دلی سے خرچ کریں، تاکہ اسلامی معاشرے کے غریب افراد کو قرضہ یا بھیک مانگنے کے لئے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ ہو۔

البقرہ کی آیت ۲۳۷ میں یہ بنیادی حکم موجود ہے کہ وہ آپس کے

Marfat.com

معاملات میں فراخ دلی کو نہ بھولو۔ تمہارے اعمال کو اللہ دیکھ رہا ہے"۔

غریب مقروض کو مہلت دینے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ البقرہ کی آیت ۲۸۰ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ) "تمہارا قرض دار اگر تنگ دست ہو تو اسے مہلت دو یہاں تک کہ اُسے فراخ دستی حاصل ہو جائے۔ اور اگر صدقہ کر دو (یعنی رقم عنداللہ معاف کر دو) تو یہ تمہارے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے، اگر تم غور کرو"۔

اس آیت سے شریعت میں اس فقہی حکم کا استخراج ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص درحقیقت قرضہ کی رقم ادا کرنے سے مجبور اور معذور ہو گیا ہو تو اسلامی حکومت قرض خواہ کو مہلت دینے پر حکماً مجبور کر سکتی ہے۔ اور اگر حالات مقروض کے قابو سے بالکل باہر ہوں۔ اور اس بات کا قوی امکان ہو کہ وہ مزید مہلت پر رقم ادا کرنے کے قابل نہ ہو سکے گا۔ تو اسلامی حکومت قرضہ کا ایک حصہ یا پورا قرضہ حکماً معاف بھی کرا سکتی ہے۔

عہدِ رسالت کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص کو جو تجارت کرتا تھا کاروبار میں سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ بہت مقروض ہو گیا۔ یہ معاملہ بارگاہِ رسالتؐ میں پیش ہوا تو حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مسلمانوں سے اپیل فرمائی کہ وہ اپنے بھائی کی گردن قرضہ کے بوجھ سے بچانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ لوگوں نے مقروض کی مالی امداد میں حصہ لیا۔ لیکن قرضہ کی پوری رقم پھر بھی ادا نہ ہو سکی۔ تو سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں سے فرمایا کہ جو کچھ رقم فراہم ہو گئی ہے۔ بس وہی لے کر معاملہ ختم کر دو۔ اس سے زیادہ تمہیں نہیں دلوایا جا سکتا۔

Marfat.com

مُسلم کی روائت کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ،، جو شخص قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رہنا چاہتا ہو۔ تو وہ اپنے تنگ دست مقروض کو مہلت دے۔ یا باقی قرضہ معاف کر دے۔

مُسلم میں صحابیٔ رسولؐ حضرت حذیفہؓ سے روائت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندے کو مال و دولت سے نوازا تھا مرنے کے بعد جب وہ اللہ کے حضور میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے زندگی کے اعمال کی پرسش فرمائی۔ چونکہ کوئی بندہ اپنے اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتا۔ اس لئے اُس بندے نے صاف صاف کہہ دیا کہ اے میرے رب تو نے جو مال مجھے عطا فرمایا تھا میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ جو مقروض روپیہ ادا کرنے کے قابل ہوتا اُس سے نرمی برتتا اور جو تنگ دست ہوتا اُسے قرضہ معاف کر دیتا۔

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (بندے سے یہ جواب سن کر) اللہ نے فرمایا کہ میں یہ طرزِ عمل اختیار کرنے کا مستحق تجھ سے زیادہ ہوں لہٰذا میں تیرے گناہوں سے درگزر کرتا ہوں۔

ترمذی کی روائت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے تنگ دست مقروض کو مُہلت دی یا اس کے قرضہ کی رقم میں کچھ کمی کر دی تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن جبکہ کہیں سایہ نہ ہوگا اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا۔،

بخاری و مُسلم کی متفق علیہ روائت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے کارندے کو تاکید کر دی تھی کہ اگر تم کسی مقروض کے پاس رقم کی واپسی کا تقاضا کرنے جاؤ،

Marfat.com

اور معلوم ہو کہ وہ تنگ دست ہے تو اُس سے تقاضا نہ کرنا۔ درگزر سے کام لینا۔ شائد اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب وہ شخص مرا تو اللہ نے اس کے سارے گناہ معاف فرما دیئے۔"

مُسلم کی روائت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست مسلمان کی مدد کرے گا۔ اُسے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں مالا مال فرمائے گا۔"

جس غریب شخص کو قرضہ ادا کرنے کا مقدرت نہ ہو اُس سے سخت تقاضا کرنا۔ جسمانی تشدد کی دھمکیاں دینا یا عدالتی کاروائی سے خائف کرنا ظلم ہے۔

بخاری شریف کی روائت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تمہارے لئے بھی حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔"

بیہقی میں حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روائت ہے کہ فرمایا "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے میرے کسی اُمتی کی حاجت پوری کر دی، اُس نے مجھے خوش کیا۔ جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُسے جنت میں داخل کرے گا۔"

جو لوگ اپنے غریب مقروض کو شدید تقاضوں اور نئی نئی دھمکیوں کے ذریعہ ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں انہیں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ بخاری و مُسلم کی متفق علیہ روائت کے مطابق فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، پھر جب اس کو پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ یہ ارشاد فرما کر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے سورۃ ہود کی آئت ۱۰۲ کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے :۔
"اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے، بیشک اس کی پکڑ شدید دُکھ دینے والی ہے "

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اسلامی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ تنگ دست مقروض سے نرمی برتی جائے۔ اس کے سینے پر اُس وقت تک تقاضوں اور نت نئی دھمکیوں کے تیر نہ چلائے جائیں جب تک وہ قرضہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو جائے اور اُسے فراخ دستی حاصل نہ ہو۔ زیادہ مجبوری کے عالم میں تنگ دست مقروض کو قرضہ کی رقم جزوی یا کلی طور پر معاف کر دی جائے۔ یہاں تک کہ شریعت اسلامی نے مسلم حکومت تک کو تنگ دست مقروض کے حق میں مداخلت کرنے اور قرضہ کی رقم کرانے کا اختیار دیا ہے۔

اسلام میں اچھا قرض وہی ہے جسے "قرض حسنہ" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی کسی غریب شخص کو روپیہ قرض دیا جائے یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ کے اس نادار بندے کی حاجت روائی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا۔ اگر مقروض روپیہ ادا کر دے تو بہتر ہے ورنہ ناداری، مجبوری، اور معذوری کے عالم میں عفو و درگزر سے کام لے کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے۔

لوگوں کو قرضہ یا بھیک مانگنے کی شکل میں دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روکنے کا دوسرا طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ معاشرے کو انفاق فی سبیل اللہ کی بنیاد پر استوار کیا جائے، یعنی اللہ تعالیٰ نے غریبوں کی امداد کے لئے زکوٰۃ کی شکل میں سرمایہ پر جو ۲½ فی صد سالانہ ٹیکس لگایا ہے اس کے علاوہ دولت مند طبقہ دولت کا ناگ بن کر نہ بیٹھے، بلکہ اپنی اور اہل و عیال کی تمام جائز ضرورتیں اور

Marfat.com

آسائشیں فراخ دلی سے پوری کرنے کے بعد فاضل رقم کو آہنی تجوریوں میں بند نہ کریں۔ بلکہ اللہ کے غریب بندوں کی امداد پر راضی خوشی صرف کردیں، تاکہ وہ بھی اپنی اقل ترین انسانی ضروریات پوری کرسکیں۔ اور ایسے لوگوں کو جو مالی امداد حاصل کرنے میں شرم محسوس کریں قرض حسنہ کی شکل میں کچھ روپیہ دے دیں، یا کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرادیں۔

اللہ تعالیٰ البقرہ کی آئت ۲۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے :۔

(ترجمہ) "اے ایمان والو! جو کچھ مال و متاع ہم نے تم کو عطا کیا ہے اس میں سے تم خرچ کرو۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی کام آئے گی، اور نہ کسی کی سفارش کارگر ہوگی "

اس تاکید کے بعد اللہ تعالیٰ البقرہ کی آئت ۲۷۲ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(ترجمہ) "جو مال تم امور خیر میں خرچ کرتے ہو اس میں خود تمہاری ہی بہتری ہے آخر تم اسی لئے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔ جو مال تم کارِ خیر میں خرچ کرتے ہو اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا۔ اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہیں ہوگی "

اسلامی معاشرے میں توازن، مساوات اور تعاون کا جذبہ بڑھانے کے لئے اللہ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان کو۔

النساء کی آئت ۳۶ میں حکم دیتا ہے :۔

(ترجمہ) "اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور قریب کے پڑوسی سے اور دور کے پڑوسی سے ساتھ بیٹھنے والوں سے مسافر سے اور ان ماتحتوں سے جو تمہارے مالکانہ

Marfat.com

قبضہ میں ہیں۔ بے شک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو نشۂ پندار سے مست ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔"

معاشرے کو قرضداری، محتاجی اور گداگری سے پاک رکھنے کا یہ کتنا موثر اور پاکیزہ طریقہ ہے۔ اگر ہر صاحبِ استطاعت مسلمان اسلام کی اس مقدس تعلیم پر عمل کرے، اور زیادہ نہیں تو کم ازکم اپنے اُنہی متعلقین کی خبر گیری لازم سمجھے جن کا ذکر آیہ شریفہ میں کیا گیا ہے، تو ہمارے معاشرے میں کسی متنفس کو بھی قرضہ کے لیے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے البقرہ کی اس آیت میں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ معاشرے کے غریب افراد کی جو امداد کارِ خیر یا قرضِ حسنہ کے طور پر کی جاتی وہ بالکل عنداللہ اور ریا و نمائش سے پاک ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنی بڑائی اور دولت مندی کا نقش دوسروں کے دلوں پر جمانے کے لئے غریبوں کی مالی امداد کرتے یا اُن کے قرضے معاف کر دیتے ہیں۔

جو لوگ غریبوں کے ساتھ نرمی نہ برتیں۔ ان کو قرضداری کے بھاری بوجھ سے بچانے کی بجائے قرضوں کے نام پر ان کا خون چوستے اور دوسرے سرمایہ داروں کو اسی قسم کے انسانیت سوز اعمال کی ترغیب دیتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے البقرہ کی آیۂ ۳۷ میں فرما دیا ہے:۔

(ترجمہ) "ایسے لوگوں کو اللہ پسند نہیں کرتا جو خود کنجوس ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی تعلیم دیتے ہیں، اور انہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔ اُسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کفرانِ نعمت کرنے والوں کے لئے ہم نے ذلت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

Marfat.com

ضرورت مندوں کی امداد

اسلام میں اللہ تعالیٰ کے غریب اور ضرورت مندوں کی امداد پر بہت زور
دیا گیا ہے دین کی اصطلاح میں جو روپیہ غریبوں کی امداد پر خرچ کیا جائے اسے "انفاق
فی سبیل اللہ" کہتے ہیں. یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا. صرف یہی نہیں بلکہ قرآن مجید
بتاتا ہے کہ کوئی خوشحال بندہ اپنے کسی حاجت مند بھائی کی امداد پر جو کچھ خرچ کرتا
ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتا ہے۔ جس کی ادائیگی اس کے ذمے
اللہ تعالیٰ سورہ البقرہ کی ۲۴۸ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔
(ترجمہ) "تم میں کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے تاکہ اللہ کئی گنا بڑھا چڑھا کر ادا
فرمائے۔ گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی اور تمہیں پلٹ کر اسی کی
طرف جانا ہے۔"

انفاق فی سبیل اللہ یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں غریب ضرورت مندوں
پر خرچ کرنے کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ سورہ فاتحہ کے بعد جب کلام مجید
کی تلاوت کی جاتی ہے تو سورۃ البقرہ کا آغاز ہی ان آیات سے ہوتا ہے۔

(ترجمہ) "یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ ہدایت ہے
پرہیزگار لوگوں کیلئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو
رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جو کتاب تم پر نازل کی گئی
ہے اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ان پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت
پر یقین رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور
وہی فلاح پانے والے ہیں"

Marfat.com

ان آیات سے اندازہ فرمائیے کہ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید سے ہدایت
حاصل کرنے، راہِ راست پر گامزن ہونے اور فوز و فلاح کی منزل تک
پہنچنے کی ایک لازمی شرط یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اپنے کسی بندے
کو نعمت و خوشحالی عطا فرمائے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت
اور نعمتوں میں اسکے غریب بندوں کو بھی حق دار سمجھے اور ان کا حق خوش دلی کے ساتھ
ادا کرے۔ اگر کوئی شخص اپنی استطاعت کے مطابق ضرورت مندوں کی امداد پر خرچ
نہیں کرتا تو اسے یقین رکھنا چاہیئے کہ وہ قرآن مجید کی ہدایات سے بے بہرہ رہے گا
اور راہ راست پر چلنے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اور وہ فوز و فلاح کی منزل تک
نہیں پہنچ سکے گا۔

اسلام کے پانچ ارکان میں ایک رکن زکوٰۃ بھی ہے اور سب سے بڑا رکن نماز ہے۔
زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اِس طرح کیجیئے کہ قرآن مجید میں جہاں جابجا نماز قائم کرنے
کی تاکید کی گئی ہے۔ وہیں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں
یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر نماز اور زکوٰۃ کو لازم و ملزوم کر رکھا ہے۔
اسلام سرمایہ داری اور زر اندوزی کو پسند نہیں کرتا۔ دولت کے پجاریوں کو اللہ
تعالیٰ سورہ التوبہ کی ۳۴ ویں اور ۳۵ ویں آیتوں میں بالفاظ صاف تنبیہ فرماتا ہے کہ
ترجمہ، جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں
خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک سزا کی خوشخبری سُنا دے ایک دن آئے گا
جب اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی پھر اسی سے ان لوگوں کی
پیشانیوں، پہلوؤں اور کو داغا جائے گا —— یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے
جمع کیا تھا۔ اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

زکوٰۃ دراصل آمدنی پر ٹیکس نہیں بلکہ سرمایہ پر ٹیکس ہے جائز طریقوں سے
جتنا چاہیئے روپیہ کمائیے اسلام کوئی بندش عائد نہیں کرتا، لیکن اسلام میں زر اندوزی

Marfat.com

کی اجازت نہیں۔ جو کچھ بھی کماؤ اس پہ ۲½ فیصد سالانہ شرعی ٹیکس زکوٰۃ کی شکل میں ادا کرنا پڑے گا، اگر صاحب استطاعت مسلمان خوش دلی سے زکوٰۃ کی رقم ادا نہیں کرتا تو وہ سخت گنہگار ہے۔ اور اگر اسکی فرضیت سے انکار کرتا ہے تو اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔

زکوٰۃ کا مقصد غریب بندگانِ خدا کی امداد ہے، محض نماز پڑھ لینے یا رمضان شریف میں روزے رکھ لینے یا حج کر لینے سے اسلام کی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ تکمیل ایمان کی ایک لازمی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے سرمائے سے کم از کم ۲½ فیصد غریب، ضرورت مندوں کی امداد پر خرچ کرے۔

اللہ تعالےٰ البقرہ کی ۱۷۷ ویں آیت میں فرماتا ہے۔

(ترجمہ)

"نیکی یہ نہیں کرنے اپنے منہ مشرق کی طرف کر لو۔ یا مغرب کی طرف (یعنی نماز کی حالت نہیں) بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو یوم آخرت کو ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے ماننے اور اللہ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں اور یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر۔ اور طلب کرنے والوں پر اور لوگوں کو غلامی سے نجات دلانے پر خرچ کرے نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے"

زکوٰۃ یعنی سرمایہ پہ ہر سال ۲½ فی صد غریب بندگانِ خدا کی امداد پر خرچ کر دینا اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑا فریضہ ہے۔ لیکن اسلام کا یہ مقررہ ٹیکس ادا کرنے کے علاوہ بھی ایک مسلمان کو ضرورت مندوں کی امداد پہ فراخ دلی سے روپیہ خرچ کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ البقرہ کی ۲۴۸ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

(ترجمہ) "لوگ پوچھتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ ان سے کہدو کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو"

Marfat.com

یعنی محض زکواۃ ادا کرنے سے ایک مسلمان اپنی اہم دینی و اخلاقی ذمہ داریوں سے سبک دوش نہیں ہو سکتا جو اس پر ضرورت مند بندگان خدا کی امداد کے سلسلے میں عائد ہوتی ہیں۔ ایک سچے مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ مقررہ زکواۃ پابندی سے ادا کرنے کے علاوہ اپنی ہر وہ چیز راہِ خدا میں ضرورت مندوں کی امداد پر خرچ کردے جو اس کی جائز ضروریات سے زیادہ ہو۔

مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس بارہ جوڑے کپڑوں کے ہیں اور اسکی ضرورت چھ جوڑوں سے پوری ہو سکتی ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ زائد از ضرورت چھ جوڑے کپڑے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی ستر پوشی کیلئے دیدے جنہیں ہمارے ملک کے شدید سیلابوں نے تن چھپانے کے آخری چیتھڑوں سے بھی محروم کر دیا ہے۔

اگر ہمارے پاس جائز ضروریات سے زیادہ روپیہ ہے، غلہ ہے اوڑھنا بچھونا ہے تو وہ سب سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کے خوش دلی سے پیش کر دیا جائے، اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا جائے اس کیلئے ایک لازمی شرط یہ بھی ہے کہ امداد بالکل رضا کارانہ طور پر کسی جبر و کراہ کے بغیر کی جائے اور جس شخص کی مدد کی جائے اس پر کوئی احسان نہ جتایا جائے۔ اللہ تعالےٰ صاف الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے

ترجمہ: اے ایمان والو۔ اپنے صدقات کو احسان بنا کر اور دُکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ لاؤ جو اپنا مال محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے"

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ اپنے جس بندے کو دیتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ وہ ایسے کم ظرف لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو غریب بندگان خدا کی امداد میں تھوڑا بہت کپڑا یا نقد رقم دیکر احسان جتائیں اور اپنے ضرورت مند بھائی کی عزت نفس کو خاک میں ملا کر یہ سمجھیں کہ انہوں نے حاتم کی گور پر لات ماردی ہے

ور اللہ تعالےٰ البقرہ کی ۲۶۵ ویں میں ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ: جو لوگ اپنا مال محض اللہ کی رضاجوئی کے لئے خوش دلی سے خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسی کسی مرتفع زمین پر ایک باغ

Marfat.com

ہو۔ اگر زور دار بارش ہو تو دو گنا پھل لائے اگر زور کی بارش نہ ہو ایک ہلکی پھوار کافی ہو جائے ۔۔ تم جو کچھ کرتے ہو۔

سب اللہ کی نظر میں ہے۔

سورہ المائدہ کی بارھویں آیت میں اللہ تعالٰے ضرورت مندوں کے امداد پر مغفرت اور جنت کا مژدہ سناتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

" اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہے تو یقین کرو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کر دونگا اور تم کو ایسے باغ میں داخل کرونگا جس کے نیچے ہزاروں نہریں رواں ہونگی اگر اس کے بعد تم میں سے کسی نے انکار کی روش اختیار کی تو اس نے صراطِ مستقیم گم کر دی۔"

اللہ تعالٰے کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سچے مسلمان کو زکوٰۃ کی مقررہ رقم ادا کرنے کے علاوہ بھی اپنے ضرورت مند بھائیوں کی امداد پر فراغ دلی اور خوش دلی سے خرچ کرنا چاہیئے اور اس روشنی سے انحراف گمراہی ہے۔

قوم کے اجتماعی فائدے کے لئے بھی ضرورت مند بھائیوں کی امداد اور انفاق فی سبیل اللہ بہت ضروری ہے۔ دنیا میں وہی قومیں شاد کام و سرخرو اور سربلند ہوتی ہیں جو اپنے غریب افراد کی امداد اور ضرورتوں سے غافل نہ ہوں۔ کسی دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس میں غریبوں کی تعداد امیروں سے زیادہ نہ ہو۔ تدبر و فراست کا تقاضہ یہی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالٰے نے استطاعت و قدرت عطا کی ہے وہ اپنے غریب بھائیوں کو مصیبتوں سے بچانے اور ان کے معیار زندگی کو بلند کرنے کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالٰی البقرہ کی ۱۹۵ ویں آیت میں اسی اہم نکتہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

Marfat.com

ترجمہ: "اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"۔

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جو لوگ صاحب استطاعت ہونے کے باوجود اللہ کی راہ میں اور اللہ کی خوشنودی کے خاطر، اللہ کے مصیبت زدہ بندوں کی امداد پر خرچ نہیں کرتے وہ اللہ کی ناراضی مول لینے اور اپنی عاقبت خراب کرنے کے علاوہ ایک بڑے قومی گناہ کے بھی مرتکب ہوتے ہیں اور قوم کے غریب مصیبت زدہ افراد کے مصائب کی ذمہ داری کا وبال بھی ان پر عائد ہوتا ہے۔

اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسے مثالی معاشرے کی تعمیر ہے جہاں رنگ نسل اور امارت و غربت کا کوئی امتیاز نہ ہو اور معاشرے کا ہر فرد دوسرے فرد کو اپنا حقیقی بھائی سمجھے اور اس کے دکھ درد میں شریک اور مصیبتوں میں حسب استطاعت کفیل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ اللہ کے بندے اللہ کے حکم کے مطابق آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے مطابق سرور کائنات سرکار دو عالم ؐ کا ارشاد ہے کہ ـــــ

"ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں سے ایک مضبوط عمارت کے اجزا کی طرح ہونا چاہیئے کہ وہ باہم مل جل کر ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بن جائیں"۔ روایت کے مطابق رسول اللہ ؐ نے یہ فرما کر مسلمانوں کے باہمی تعلق کی مثال دینے کے لئے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں اور اس طرح بتایا کہ مسلمانوں کو آپس میں مل جل کر ایسی دیوار بن جانا چاہیئے جس کی اینٹیں اس طرح پیوست ہوں اور باہم ملی ہوئی ہوں کہ کہیں خلا نہ پایا جاسکے۔

اس نازک موقع پر جب کہ ہمارے ملک کے کئی حصوں کو بھیانک سیلاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے ہر مسلمان کو اپنے رسول مقبول ؐ اس

Marfat.com

ارشاد پر عمل کرنا چاہیئے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا ہے۔

اس ارشاد پاک کی روشنی میں یاد رکھئے کہ اگر آپ اپنی ذات اور اہل وعیال کو ارضی وسماوی آفات سے محفوظ دیکھنا پسند کرتے ہیں تو اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد فراغ دلی سے کیجیئے جو اس وقت ارضی وسماوی مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں اس سلسلے میں ایک یہ نکتہ بھی پیش نظر رکھئے کہ غریبوں کی امداد کے سلسلے میں مذہب کا کوئی امتیاز نہیں۔

ہر غریب انسان امداد کا مستحق ہے۔ بیہقی میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم نے کہ " ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے

Marfat.com

اطاعت

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ
تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

ترجمہ : اے ایمان والو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم کو حکم دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس معاملے میں اللہ اور اسکے رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر درحقیقت تمہارا ایمان اللہ اور روز آخرت پر ہے۔ یہی ایک طریقہ کار صحیح اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہے۔ یہ مشہور آیت دراصل اللہ کے بنائے ہوئے اسلامی دستور کی پہلی دفعہ ہے

اس میں لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لے آئے ہیں اور جنہیں اس بات کا پختہ یقین ہے کہ انہیں ایک دن اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہے۔ انہیں بتایا گیا ہے کہ اگر تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ مومن کے خطاب کا مستحق سمجھا جائے تو پہلی اور بنیادی شرط یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور اپنی زندگی کو قرآن اور سنت کے سانچے میں ڈھالو۔ ملت اسلام کے شیرازے کو انتشار سے بچانے اور معاشرے میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے ان لوگوں کی بھی اطاعت کرو جو تمہاری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور صاحب اختیار ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہ کرو کہ تمہارے لئے آخری سند اور حجت اللہ تعالیٰ اور رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ اس ارشاد کی روشنی میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ی اطاعت مقدم ہے۔ اقتدار اعلیٰ کا پہلا اور آخری نقطہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے
اللہ ایمان والے بندوں سے مکمل اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ ارشاد
ہوتا ہے۔ (البقرہ آیت نمبر ۲۰۸) اے ایمان والو تم اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔
اسلام کے معنی سر جھکانے کے ہیں، مسلمان وہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں پوری طرح
سر جھکا دے یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مطلب کے موافق ہو اُسے تو مان لیں اور نفس
پرستی کی وجہ سے جس حکم کا ماننا ذرا دشوار ہوں یا اسکے ماننے میں ذاتی مصلحتیں آڑے
آئیں اور اسے نظر انداز کر دیا سچا مسلمان کہلانے کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جو محض زبانی اقرار سے نہیں
بلکہ عمل سے ثابت کر دے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ پر کامل یقین ہے
اسکے عقائد ونظریات اور افعال و ایمان اللہ کی مرضی کے تابع ہیں اور وہ اس زندگی
کے کسی حصے کو قانونِ اسلام کے دائرے سے باہر نہیں سمجھتا۔ اس طریقے کے برعکس جو
طریقہ اختیار کیا جائے اسے قرآن حکیم خطواتِ الشیطٰن کا اتباع یعنی شیطٰن کی پیروی
قرار دیتا ہے۔

اللہ کی اطاعت کے بعد ایک مسلمان کیلئے اطاعت کا سب سے بڑا مرکز رسولؐ
کی ذات گرامی ہے یہاں تک کہ اللہ کی اطاعت و عبادت کا صحیح طریقہ بھی صرف وہی ہے
جو رسولِ کریمؐ نے ہمیں بتایا ہے۔

رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کا عملی ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
مَن یطع الرَّسُوْلَ فَقَد اَطَاعَ اللّٰہ ۔ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی
اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ اللہ تعالیٰ رسول کی اطاعت کو اپنی محبّت کی
شرط قرار دے کر فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فا تبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم
ذنوبکم واللہ غفورٌ الرَّحِیم ٥
(آلِ عمران ۳۱ ویں آیت) قُل اِن کُنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یُحببکمُ اللہ ویغفرلکم واللہ غفُورُالرَّحیم
اے رسول لوگوں سے کہہ دیجیئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔
پھر اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارا گناہ معاف فرما دے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور

Marfat.com

رحیم ہے۔ اس سورت کی ۳۲ ویں آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین

اے رسول لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں تو انہیں بتا دو کہ اطاعت سے انکار کرنے والوں کو اللہ ہرگز پسند نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور رسول کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی بتایا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے احکام رسول کریمؐ ہی کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں چنانچہ سورۃ حشر کی ۷ ویں آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے۔

تکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔

جو کچھ تمہیں رسول دے اسے قبول کرلو اور جس بات کو منع کرے اس سے باز رہو صرف یہی نہیں بلکہ رسول کریمؐ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو خداوند کریم خبردار کرتا ہے اور سورۃ نور کی ۶۳ ویں آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔

رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہوجائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہوجائے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں مسلمانوں پر اللہ و رسول کی اطاعت کے بعد اپنے بااختیار لوگوں کی اطاعت لازم ہے۔

جہاں تک اطاعت کا تعلق ہے تو اولاد کو ماں باپ کی اور شاگرد کو استاد کی اطاعت کرنا چاہیئے مگر شرط یہ ہے کہ وہ کسی ایسی بات کا حکم نہ دیں جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

Marfat.com

واقعہ کربلا پر ایک مستند اور مکمل کتاب

سیّدہ کا لال

عرف

مظلومِ کربلا

جس میں شہادت کبریٰ کے مقاصد
پر ایک نئے انداز سے روشنی ڈالی
گئی ہے

☆ ریسرچ اسکالرز اور ذاکرین کے لئے ایک نادر دستاویز

(آج ہی اپنے قریبی بکسٹال سے طلب فرمائیے)

Marfat.com

برصغیر میں

تصوف کے سلسلے کی ایک مکمل

تاریخ

تصوف و روحانیت

(زیر طبع)

تحفظ پاکستان سوسائٹی (رجسٹرڈ) کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴۱۴

Marfat.com

نذرانۂ عقیدت

مجھے نہیں معلوم تھا
کہ میرے شفیق میرے رہبر اور
پیارے باوا گلدستۂ عقیدت کا پہلا
پھول دیکھے بغیر ہی ہم سے اس طرح بچھڑ
جائیں گے۔ باوا سے وعدہ تھا کہ ان کی کتابیں انکی
زندگی میں ہی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین تک
پہنچ جائیں گی لیکن باوا کی طویل علالت کے باعث ایسا نہ
ہو سکا۔ باوا کی بے انتہا محبت کا یہ پہلا قرض ہے جو
میں خلوص دل اور آنسوؤں کے نذرانہ کے ساتھ
ان کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں اس امید اور
یقین کے ساتھ کہ یہ تحفہ میرے باوا قبول کر لینگے۔

محمودہ سلطانہ

۲۹-۶-۸۴

Marfat.com

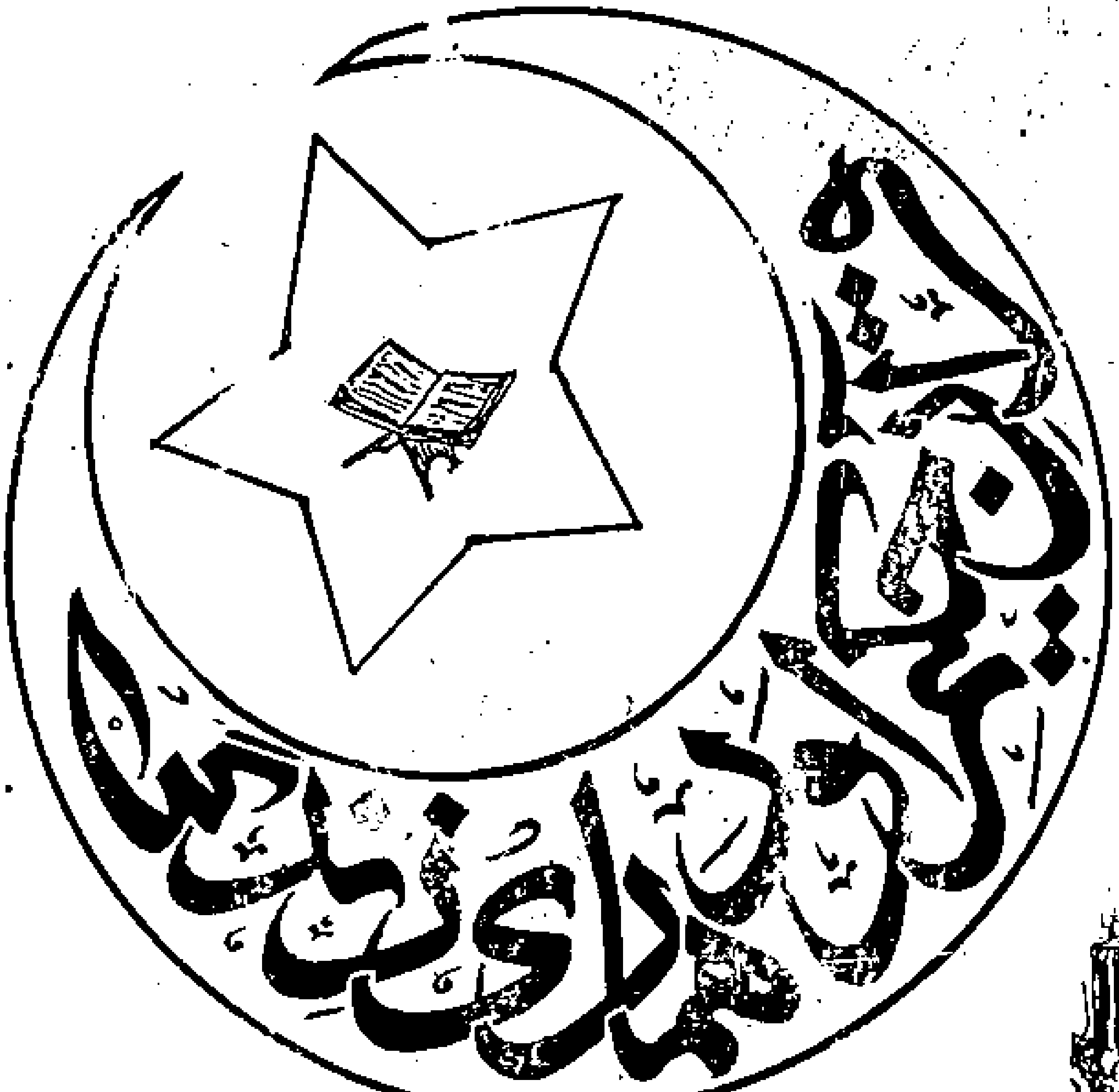

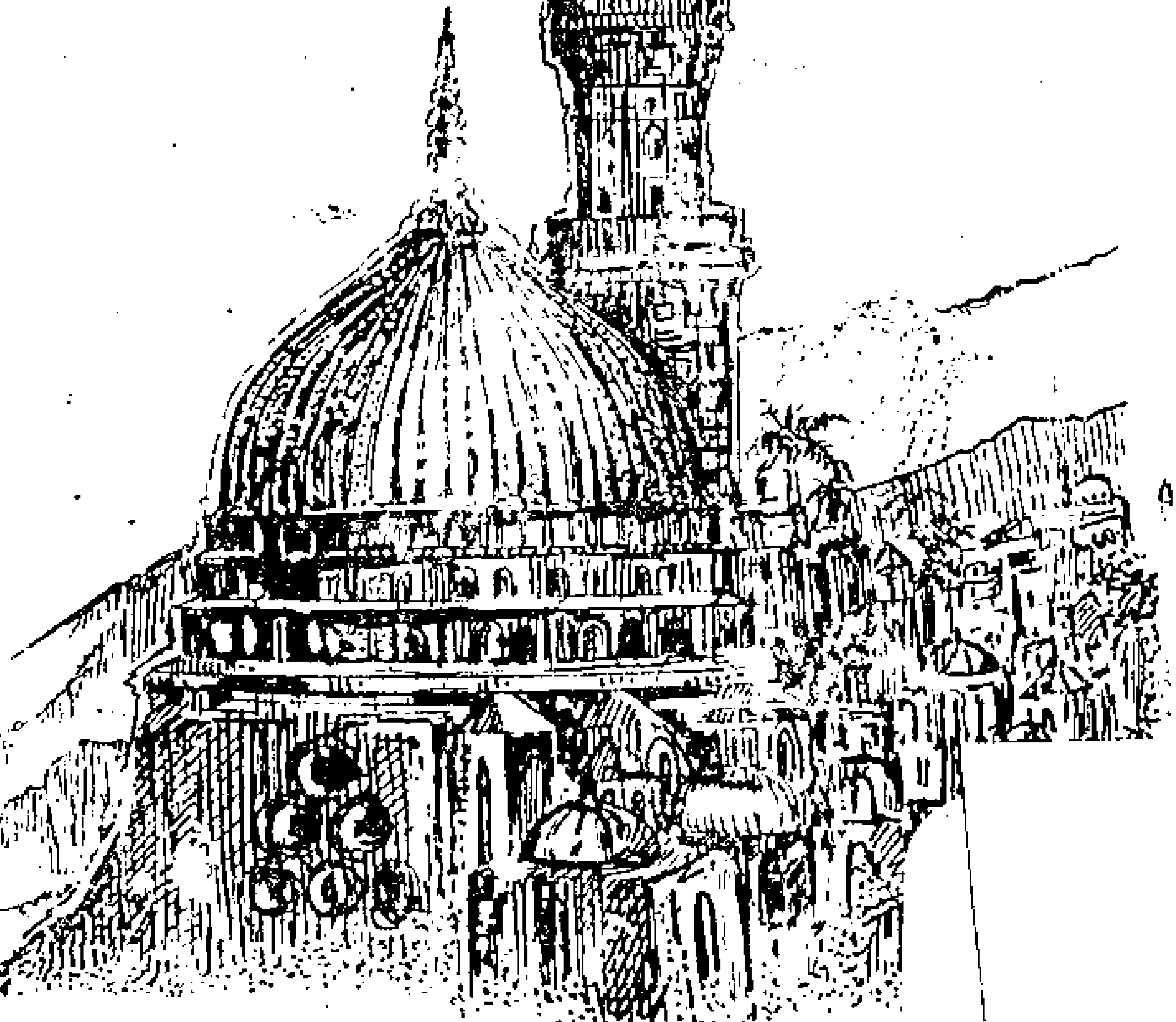

سردار علی صابری

Marfat.com